بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
ھو الحی بہ
حیات قدسی
یعنی
المقالات القدسیہ فی الافادات الاحمدیہ
جلد سوم
باہتمام
سیٹھ محمد معین الدین احمدی چینت کنٹہ
حیدرآباد دکن
جنوری سنہ ۱۹۵۴ء
تاج پریس حیدرآباد دکن

عرضِ حال

حیاتِ قدسی یعنی سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی مبلغ سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے پہلے دو حصّے ماہ جنوری، ماہ ستمبر ۱۹۵۱ء میں طبع ہو چکے ہیں جو جناب سیٹھ علی محمد صاحب الہ دین ایم۔ اے کے زیرِ انتظام طبع ہوئے ان میں مندرجہ واقعات اور حالات خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی موثر اور باعث ازدیاد ایمان ہیں اور بزرگان سلسلہ نے انکی طباعت و اشاعت پر اظہار خوشنودی فرمایا ہے۔ اگرچہ اس بات کا افسوس ہے کہ بوجہ عجلت میں کام سرانجام دینے کے کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ کسی حصہ کی طباعت کے وقت انکی تصحیح کر دی جائیگی۔

اب خدا تعالیٰ کی توفیق سے تیسرا حصہ شائع کیا جاتا ہے یہ حصّہ بھی حسب سابق خلاصۃً لکھا گیا ہے کیونکہ حضرت مولوی صاحب کا تحریر کردہ اصل مسودہ بہت ضخیم ہے اور فی الحال اس کی اشاعت عین کی ضرورت نہیں۔ اصل مسودہ کا خلاصہ نکالتے ہوئے اگرچہ مفہوم عبارت صحیح طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس علمی کتاب کے شایانِ شان خلاصہ میں وہ سلاست و روانی اور عالمانہ جھلک قائم نہ رہ سکی ہو جو اصل مسودہ میں پائی جاتی ہے۔

بہرحال چونکہ اس کتاب کی اشاعت سے اصل غرض سلسلۂ حقہ کے تائیدی نشانات اور تاریخی واقعات کو محفوظ کرنا ہے۔ لہٰذا اس کو طبع کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو بابرکت بنائے اور اس کے دوسرے حصوں کی اشاعت کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس حصّہ کی تدوین و اشاعت میں مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے واقف زندگی قادیان نے بہت امداد فرمائی ہے اسی طرح مکرم مولوی فضل الدین صاحب

مبلغ جماعت حیدرآباد شاگرد حضرت مولانا راجیکی صاحب نے اس کار خیر میں خاص طور پر دلچسپی لی ہے۔ فجزاہما اللہ احسن الجزاء

اس مجموعہ میں بھی واقعات کی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا جاسکا۔ کیونکہ تدوین جلدی میں کی گئی ہے ترتیب کا کام انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں کر لیا جائے گا۔ فی الحال واقعات کو محفوظ کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

میں مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل وکیل ہائیکورٹ یادگیر کا بھی مشکور رہوں جنہوں نے حیات قدسی جلد اول وجلد دوم کی کاپیوں کی حتی الامکان صحت اور پروف کی صحت وطباعت کے کام کی نگرانی فرمائی اسی طرح موجودہ کتاب جلد سوم کا بھی اسی رنگ کا کام انجام دیا جزاہ اللہ خیرا۔

بالآخر میں طالب دعا ہوں کہ قارئین کرام میرے والد محترم جناب سیٹھ محمد حسین صاحب احمدی مرحوم سابق صدر جماعت احمدیہ چنت کنٹہ (دکن) کے بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں اور ہم سب کیلئے بھی کہ جو مرحوم کی اولاد ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے آمین۔

خاکسار

خادم سلسلہ احمدیہ

محمد معین الدین۔ چنت کنٹہ

(علاقہ حیدرآباد دکن)

یکم جنوری ۱۹۵۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــــ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود وآلھما مع التسلیم

باعث تالیف کتاب ہذا

کتاب ہذا کی تالیف کا باعث وسبب دراصل جلد اول میں درج ہونا ضروری تھا۔ لیکن چونکہ اس جگہ اندراج نہیں پا سکا۔ اس لئے یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد سے اب تک اکثر احباب نے جن سے مجھے میل ملاقات و نشست و برخواست کا موقعہ ملتا رہا یہ خواہش ظاہر کی کہ ان فیوض و برکات کو جو مجھے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء عظام کے تعلق بیعت اور زیارت و صحبت سے حاصل ہوئے ہیں قلمبند کر کے محفوظ کر جاؤں تاکہ ان سے دوسری سعید روحوں کو بھی فائدہ پہنچ سکے۔ بالخصوص آئندہ آنے والی نسلیں ان سے نور و برکت حاصل کر سکیں احباب کی اس خواہش کو پورا کرنے کا کئی دفعہ میں نے ارادہ کیا لیکن تبلیغی مصروفیتوں اور اکثر سفروں کی نقل و حرکت کی وجہ سے مجھے فرصت میسر نہ آسکی اور میں اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

سنہ ۴۰-۱۹۳۹ء میں جب نوجوانان احمدیت نے یہ دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ دن بدن اس فانی دنیا سے عالم البقا کی طرف رحلت کرتے جا رہے ہیں اور ان کی تعداد یوماً فیوماً کم ہوتی جا رہی ہے تو بعض مخلصین نے موجود الوقت صحابہ کے حالات قلمبند کرنے کا التزام کیا۔ اسی سلسلہ میں میرے کچھ حالات کتاب بشارات رحمانیہ میں بھی طبع ہوئے۔ لیکن وہ بہت ہی نامکمل اور مختصر تھے۔ بعض اور نوجوانوں نے بھی حالات قلمبند کئے لیکن وہ شائع نہ ہو سکے اور معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز

انقلاب میں جہاں اور بہت سے نوادر ضائع ہوئے۔ وہاں صحابہ کے حالات بھی ضائع ہو گئے
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایک رویاء کا ذکر

مارچ ۱۹۴۶ء میں جب میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت دار التبلیغ پشاور میں بغرض تبلیغ و درس و تدریس متعین کیا گیا تو بعض احباب نے تجدیداً تحریک کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ فیوض و برکات کو ضرور قلمبند کیا جائے چنانچہ میں خاص طور پر اس دعا میں لگ گیا کہ اگر ان فیوض حاصلہ کا قلمبند کرنا خدا تعالیٰ کی رضاء کے مطابق ہے اور اس سے اسلام اور احمدیت کی کچھ خدمت ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توفیق بخشی جائے۔

اسی اثناء میں جب میں دعاؤں میں لگا ہوا تھا تو مورخہ ۱۲-۱۳ جولائی ۱۹۴۶ء کی درمیانی شب کو رویاء میں مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا؎

اے بیخبر بخدمت قرآن کمر بہ بند[1]
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

جب میں خواب سے بیدار ہوا تو سوچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ جہاں تک درس و تدریس اور تقاریر کے ذریعہ خدمت قرآن کا تعلق ہے اس کا تو مجھے ایک حد تک لمبے عرصہ سے بفضلہ تعالیٰ موقعہ مل رہا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرآنی معارف و حقائق اور فیوض کو جو حضرت مسیح پاک اور آپ کے مقدس خلفاء کی برکت سے مجھے حاصل ہوئے ہیں ان کو کتابی شکل میں محفوظ کرنا ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

میں نے یہ رویاء سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں تحریر کیا اس کے جواب میں ۵ ستمبر ۱۹۴۶ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل الفاظ تحریراً ارشاد ہوئے:۔

"اللہ تعالیٰ خوابوں کو مبارک کرے۔ اصل چیز تو قرآن کریم کی اشاعت ہی ہے

---

[1] ترجمہ:۔ اے بے خبر خدمتِ قرآن پر کمر باندھ لے اس سے پیشتر کہ یہ آواز بلند ہو کہ فلاں شخص (زندہ) نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ اسکی توفیق بخش دے"۔

اس رویاء اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے پیش نظر میں نے اس وقت جبکہ میری زندگی کے آخری ایام ہیں۔ اور عمر ستر سال سے متجاوز ہو چکی ہے دعائے استخارہ کے بعد اس کارِ خیر کو اعمالِ حسنہ میں سے سمجھتے ہوئے شروع کر دیا ہے۔ اس کے بخیر و خوبی انجام پانے کے لئے میں اپنے موفق اور معین مولیٰ کی امداد اور اعانت کا خواستگار ہوں۔ اے میرے محسن حقیقی اور قادر و ذوالجلال خدا تو اپنی بے شمار عنایات اور بے پایاں رحمت سے میرا معین و مددگار ہو۔ آمین۔

جذبۂ تشکر

اللہ تعالیٰ کی اس حقیر و ناچیز پر بے شمار اور بے حد و حساب رحمتیں ہیں، جو باراں رحمت کی طرح متواتر اور پیہم نازل ہو رہی ہیں۔ اس محسن حقیقی کے خاص فضل و احسان نے مجھ حقیر و بے نوا بادیہ نشین کو یہ توفیق بخشی کہ مجھے حضرت احمد نبی اللہ نائب و بروز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی بیعت و تصدیق کا شرف ۱۸۹۷ء میں حاصل ہوا اور ۱۸۹۹ء میں آپ کی زیارت و صحبت سے استفاضہ کا موقعہ ملا۔ اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنا میرے بس کی بات نہیں اگر میں قیامت تک بھی بارگاہ قدس کے عتبہ عالیہ پر سر بسجود رہوں تو بھی شکر ادا نہیں کر سکتا بلکہ ایک روزہ فیضان زیارت و صحبت کا بھی مجھ حقیر سے شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

اس شکریہ کے اجزاء میں سے ایک جزء میں نے یہ بھی سمجھا ہے کہ میں اپنے آقا و پیشوا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے مقدس خلفاء کے ان فیوض کا جو وقتاً فوقتاً مجھے روحانی طور پر حاصل ہوئے ہیں۔ کسی قدر ذکر بطور نمونہ کے ذیل کے مقالات میں تحریر کر دوں۔ تا احباب سلسلۂ احمدیہ اور خدام و عشاق حضرت مسیح الاسلام علیہ الف صلوۃ والسلام اس سے علمی فیوض اور روحانی حقائق و معارف حاصل کر سکیں۔

وما التوفیق الا باللہ الموفق المستعان وبہ الاستعانۃ وعلیہ التکلان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حیاتِ قدسی

جلد سوئم

معیارِ صداقت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ سعادت کا ذکر ہے کہ حضور اقدس احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قیام فرما تھے۔ نماز عصر مسجد میں ادا فرما کر جب حضور باہر تشریف لائے تو حضور کی معیت میں بہت سے احباب تھے یہ عاجز بھی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا آپ جب جنوبی جانب مسجد کی دیوار کے پاس پہنچے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور! مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر اخبار زمیندار ایک مجلس میں بطور اعتراض کے کہہ رہے تھے کہ مہدی، مسیح اور نبی، رسول ہونے کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے، لیکن صداقت کے ثبوت کے لئے کوئی نشان بھی پیش نہیں کیا جاتا حضور اقدس نے یہ سنکر فرمایا کہ ہماری صداقت کو معلوم کرانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ہزارہا نشانات اور معجزات دکھائے ہیں۔ طالبانِ ہدایت کی تسلی کیلئے ایک عظیم الشان نشان اِنّی مُعِینٌ مَن اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَاِنّی مُھِینٌ مَن اَرَادَ اِھَانَتَکَ کا الہام بھی ہے یعنی یہ کہ جو شخص میری اعانت کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اس کی اعانت کرنے والا ہوگا اور جو شخص میری اہانت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی اہانت کرنے والا ہوگا۔ پس جو چاہے اس معیار کے رُو سے بھی میری سچائی کا کھلا کھلا نشان دیکھ

میں نے حضور کا یہ کلام معجز التیام اپنے کانوں سے سُنا ہو سکتا ہے الفاظ میں کچھ کمی و بیشی ہو گئی ہو لیکن مفہوم اور مطلب قریباً قریباً یہی تھا۔ جو عرض کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ دہلوی ظفر علی صاحب نے اس کے بعد ایک طویل عرصہ احمدیت کی مخالفت میں گزارا اور بہت دفعہ انی مھین من اراد اھانتک کے وعید کی زد میں آئے۔ جس کا ذکر سلسلہ کے اخبارات میں بھی وقتاً فوقتاً آتا رہا ہے وہ خود تو اب بیکار اور معذور ہو چکے ہیں لیکن ان کی اس ذلت اور توہین سے اب ان کی اولاد میں سے بھی بعض حصہ لے رہے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام کا تکرار

راہوں ضلع جالندھر کے ایک ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب تھے (پٹیالوی ڈاکٹر عبد الحکیم جو مرتد ہوا وہ اور تھا) وہ ایک دفعہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں میرے ساتھ مہمانخانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تقریروں اور تحریروں میں وفات مسیح کا بار بار کیوں ذکر کرتے ہیں ؟ سالہا سال سے اس مسئلہ کے متعلق اپنی تقاریر اور کتب میں وضاحت کرتے رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس تکرار کی شاید یہ وجہ ہے کہ حضرت صاحب بھول جاتے ہیں اور خیال فرماتے ہیں کہ شاید اس سے پہلے اس مسئلہ کی وضاحت نہیں ہوئی۔ اسلئے دوبارہ ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آج میں حضرت صاحب سے اس بارہ میں ضرور دریافت کرونگا اس کے بعد ہم دونوں نماز ادا کرنے کے لئے مسجد مبارک میں آئے بعد نماز حضرت اقدس اندرون خانہ تشریف نہ لے گئے بلکہ مسجد ہی میں حلقہ احباب میں بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے استفسار کے متعلق ابھی ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا تھا کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض آدمیوں کے دل میں یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہم جو بار بار وفات مسیح علیہ السلام کا ذکر اپنی تحریروں اور تقریروں میں کرتے ہیں تو شاید یہ اس وجہ سے

ہے کہ ہم بھول جاتے ہیں ورنہ اس تکرار کی کیا ضرورت ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایسا خیال کرنے والا تو شاید ہماری نسبت یہ خیال کرتا ہوگا کہ ہم بھول جانے سے ایسا کرتے ہیں لیکن ہمارا تکرار سے اس اہم مسئلہ کا ذکر کرنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ پڑھنے والے اس کو نہ بھول جائیں۔ حضور اقدس کے الفاظ کا یہی مفہوم تھا جو میں نے درج کیا ہے جب مجلس ختم ہوئی اور حضور اقدس اندرون خانہ تشریف لے گئے تو ڈاکٹر صاحب اور خاکسار بھی مہمان خانہ میں واپس آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب سخت حیرت زدہ ہو کر کہنے لگے کہ آج تو کشف القلوب کا معجزہ ہم نے بھی دیکھ لیا ہے جو کچھ حضور نے وفات مسیح کے مسئلہ کے تکرار کے متعلق بیان فرمایا وہ میرے ہی دل کا خیال تھا جس کا جواب بغیر میرے استفسار کے حضور نے دیدیا۔

وفات مسیح علیہ السلام کے ذکر کی اہمیت

اسلام کو جس قدر نقصان حیات مسیح کے عقیدہ نے پہنچایا ہے اور اس حربہ کے ذریعہ سے جس طریق پر عیسائی پادری مسلمانوں کو شکست دیکر لاکھوں مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ شاید احباب اس زمانہ میں جب کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کسر صلیب کے کام کا ایک معتدبہ حصہ پورا ہو چکا ہے نہ لگا سکیں۔ لیکن حضور اقدس کی بعثت سے پہلے پادریوں کے دجل وفریب کو حیات مسیح کے ایک عقیدے سے ہی بہت کچھ تقویت حاصل ہو رہی تھی اور صرف ہندوستان میں ہی ہزارہا مسلمانوں کو "زندہ نبی" اور "مردہ نبی" کے چکر میں ڈال کر عیسائیوں نے گمراہ اور مرتد کیا۔ چنانچہ ہندوستان کے دو مسلمان عالم جو عیسائی ہونے کے بعد مشہور پادری بنے۔ حیات مسیحؑ کے عقیدہ سے ہی عیسائیوں کا شکار ہوئے۔ جب یہ دونوں عربی کی سب سے بڑی ڈگری حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے تو بعض پادری ان سے ملے اور کہا کہ مولوی صاحبان آپ نے عربی کی اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ہم آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ پوچھئے جو پوچھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک پادری نے دریافت کیا کہ اصول موضوعہ و متعارفہ کے رُو سے جس امر کی صداقت ثابت

ہو جائے اُسے نہ قبول کرنے والا کیسا آدمی ہوتا ہے ؟ مولوی صاحبان جواباً کہنے لگے کہ اُسے جاہل۔ بیوقوف اور مردود سمجھنا چاہیئے۔ پھر دوسرے پادری صاحب نے دریافت کیا کہ مولوی صاحبان! اگر دو انسان ایک ہی حیثیت کے ہوں اور ان دونوں میں سے ایک کو زندہ رکھا جائے اور دوسرے کو وفات دیدی جائے تو دونوں میں سے مفید تر اعلیٰ اور افضل کس کو سمجھنا چاہیئے ؟ اور زندہ اور مردہ میں سے کس کی معیت ورفاقت اختیار کرنی چاہیئے مولوی صاحبان نے زندہ کو مردہ پر ترجیح دی۔ پھر پادریوں نے دریافت کیا کہ دو انسانوں میں سے اگر ایک کو دشمنوں کے حملہ سے بچانے کے لئے کسی بلند مقام پر عزت اور حفاظت سے رکھا جائے اور دوسرے کو حملہ کے وقت کس مپرسی کی حالت میں پہاڑ کی کھوہ میں چھپنا پڑے تو ان دونوں میں سے کس کا درجہ اور شان بڑی ہے مولوی صاحبان نے اس کے جواب میں بھی کہا کہ اصول موضوعہ متعارفہ کے رُو سے تو اسی کا درجہ اور شان بلند ہے جس کو خطرہ کے وقت اونچی جگہ پر عزت واحترام سے رکھا گیا اس پر پادری صاحبان نے حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پانے اور حضرت مسیحؑ کے صلیبی واقعہ پیش آنے پر آسمان پر چڑھنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غار ثور میں پناہ لینے کا ذکر کیا اور کہا کہ اب مولوی صاحبان بتائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کون افضل اور بلند مرتبہ والا ہے ؟

ساتھ ہی دو نوجوان اور حسین لڑکیاں بھی ان مولوی صاحبان کے سامنے پیش کی گئیں اور کہا گیا کہ اگر آپ ان دلائل کے پیش نظر مسیحی بننے کے لئے آمادہ ہوں تو یہ خوبصورت لڑکیاں آپ کی رفیقہ حیات بننے کے لئے تیار ہیں ان کے علاوہ آپ کو آئندہ زندگی میں فکر معاش سے آزاد و بے فکر کر دیا جائیگا اور آپکی جملہ ضروریات زندگی بھر مشن کی طرف سے پوری کی جائیں گی۔ چنانچہ ان دونوں مولوی صاحبان نے اس سودے کے عوض اسلام کو چھوڑ کر مسیحیت اختیار کی اور سیدھے گرجے میں جا کر بپتسمہ لے لیا۔ اور پھر مشہور پادری بن کر اسلام کی مخالفت میں تقریریں کرتے اور کتابیں لکھتے رہے ان میں سے ایک

کا نام پادری عماد الدین اور دوسرے کا نام عبداللہ آتھم تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری عماد الدین کے خلاف کتاب نور الحق ہر دو حصے تحریر فرمائی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں پندرہ دن تک مناظرہ کیا جو "جنگِ مقدس" کے نام سے شائع شدہ ہے
یہ ایک واقعہ بطورِ مثال کے لکھا گیا ہے ورنہ عیسائیوں کے دجل کے ایسے ہزارہا واقعات ہوئے حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد حقیقت افروز ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مرنے دو کیونکہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے"

کلامِ قدسی

میں کیا بتاؤں میرے مسیحا نے کیا دیا
میں کیا تھا اور اس نے مجھے کیا بنا دیا

میں مبتلا تھا ظلمتِ اہواءِ نفس میں
جلوہ دکھا کے نور کا پردہ اٹھا دیا

مجھ پر بھی ایک رات تھی ظلماتِ جہل کی
اس شمسِ حق نے مجھ کو بھی نور و ضیاء دیا

تحت الثریٰ کی پستیِ اسفل کی خاک تھا۔
ہاں خاک سے اسی نے ثریا بنا دیا

محجوب تھا حقائقِ ہستی سے دور تر۔
اک ہی نظر سے نور کا جلوہ دکھا دیا

جو خلق سے بھی پورا شناسا نہ ہو سکا
اعجازِ قدس سے اُسے خالق ملا دیا

مستیِ عشقِ یارِ ازل کی خبر نہ تھی
لطفِ نگاہِ ساقی نے ساغر پلا دیا۔

سنتے رہے خدا کو، خدا کے کلام کو
ہادی نے ہم کو دونوں تلک ہی پہنچا دیا

دکھلا دیا ہے یارِ ازل کا جمال بھی
گفتار بھی سنا کے شناسا بنا دیا

ہادی میرا ہے احمدِ مرسل مسیحِ پاک
جس نے جہاں کو خواب سے آ کر جگا دیا

اب آرزو ہے یہ کہ دل و جاں فدا رہے
احمد نبی پہ جس نے ہمیں مدعا دیا۔

صد شکر ہے کہ پا لیا مقصدِ حیات کا
یعنی خدا نے شرک کو دل سے مٹا دیا

صحبِ نبی سے ہونے کا حاصل ہوا شرف
فیضِ مسیحِ پاک نے رتبہ بڑھا دیا

اَڑے وقت کی دعا

مجھ حقیر اور ناچیز کو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل واحسان سے کثرت کے ساتھ دعائیں کرنے کی توفیق بخشی ہے اور میری بہت سی عاجزانہ دعاؤں کو محض اپنی ازلی و ابدی اور بے پایاں رحمت سے شرف قبولیت بھی بخشا ہے میں نے اپنی التجاؤں میں قرآن کریم اور احادیث کی دعاؤں کے علاوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اَڑے وقت کی دعا سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ دعا حضرت اقدس علیہ السلام کے ایک خط سے جو حضور نے حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تحریر فرمایا ماخوذ کی گئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"اے میرے محسن اور اے میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بیشمار نعمتوں سے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بیباکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھکو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اور کوئی چارہ گر نہیں" آمین

سیالکوٹ کے ایک احمدی دوست نے حضرت اقدس کی اس نہایت ہی پُر تاثیر اور بابرکت دعا کو نظم بھی کیا تھا جو شائع بھی ہو چکی ہے اس کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔ یہ حضور کے الفاظ کا آزاد ترجمہ ہے۔

منظوم دعاء

اے میرے محسن اے میرے خدا ۔۔۔ اک ہوں ناکارہ میں بندہ تیرا
پُر گناہ ہوں سے ہوں ورغفلت سے ۔۔۔ سر میرا اٹھ نہ سکے خجالت سے

ظلم پہ ظلم ہوا مجھ سے سدا | تو نے انعام پہ انعام کیا
دیکھے عصیاں پہ عصیاں تو نے | کئے احساں پہ احساں تو نے
پردہ پوشی کی ہمیشہ میری | انتہا ہے نہ تیری رحمت کی
متمتع کیا ہر نعمت سے بار بار | گن نہیں سکتا ہوں میں احساں تیرے
رحم کر اب بھی تو نالائق پر | تیرا بندہ ہوں میں عاجز و مضطر
جسقدر مجھ سے ہوئی بے باکی | ناسپاسی ہوئی مجھ سے جتنی
فضل سے کر تو معاف اے مولیٰ | تیری رحمت کا بڑا ہے دریا
دے رہائی میرے اس غم سے مجھے | چارہ گر ہے نہ کوئی جز تیرے

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مندرجہ ذیل دعائیہ اشعار بھی بہت بابرکت اور پرتاثیر ہیں۔

اے خداوند من گناہم بخش | سوئے درگاہ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم | پاک کن از گناہ پنہانم
دلستانی و دلربائی کن | از نگاہ گرہ کشائی کن
در دو عالم مرا عزیز توئی | وآنچہ می خواہم از تو نیز توئی

دعائے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مندرجہ ذیل مضطرانہ دعائیہ اشعار سے بھی میں نے بارہا استفادہ کیا ہے اور انکو خاص حالت میں بہت موثر پایا ہے۔

(۱) يَا مَنْ إِلَيْهِ الْمُشْتَكَى وَالْمَفْزَعُ أَنْتَ الْمُعَدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ
(۲) مَا لِي سِوَى قَرْعِي لِبَابِكَ حِيلَةٌ وَلَئِنْ رُدِدْتُ فَأَيَّ بَابٍ أَقْرَعُ
(۳) يَا مَنْ خَزَائِنُ فَضْلِهِ فِي قَوْلِ كُنْ أُمْنُنْ فَإِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ أَجْمَعُ

ترجمہ (۱) اے وہ بزرگ ترین اور مرجع خلائق ہستی جس کے بے پایاں رحم اور بے انتہا رافت کے باعث ہر ایک ناکامی اور نامرادی کا شکوہ اور شکایت کرنیوالے اور جزع فزع

کی حالت میں اپنی فریاد پیش کرنے والے تیری ہی طرف اپنے دل کے اطمینان اور کامیابی کے لئے دوڑے چلے آتے ہیں تو ہی قادر مطلق اور رحیم کریم ہستی ہے جو ہر متوقع امر کو وقوع میں لانے پر قدرت رکھتی ہے۔

(۲) میری حالت زار اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ مجھے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ اپنی امید کی دستک سے تیرے بے پایاں رحم کے دروازے کو ہی کھٹکھٹاؤں۔ اب اے میرے محسن و خالق خدا اگر تو نے ہی مجھے اپنے دروازہ سے محروم کر کے لوٹا دیا تو میں تیرے سوا اور کس کا دروازہ کیسے کھٹکھٹاؤں گا؟

(۳) اپنے رحم و کرم کے لحاظ سے بے مثال ہستی جس کے فضل کے خزانے "کن" کے قول کے اندر پائے جاتے ہیں تو مجھ حقیر اور بے نوا پر بھی اپنا احسان و کرم فرما تیرے پاس تو ہر خیر و برکت اور حاجت روائی کے سامان اور ذخیرے جمع ہیں۔

شراب نوشی سے توبہ

حضرت منشی احمد دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوجرانوالہ (پنجاب) میں اپیل نویس تھے۔ وہ دراصل موضع بتے والے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے بعد میں گوجرانوالہ میں مقیم ہو گئے بہت مخلص اور علم دوست احمدی تھے۔ انکی ایک بڑی لائبریری بھی تھی جس کی بہت سی کتب بعد میں قادیان کی لائبریری میں بھی شامل کی گئیں آپ ایک عرصہ تک حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف مالیر کوٹلہ کے ہاں بھی ملازم رہے منشی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹۰۵ء میں ایک دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس ان دنوں باغ میں قیام فرما تھے اور حضور کا یہ حقیر غلام بھی وہیں باغ میں حضور کے قدموں میں حاضر تھا اور حضرت مولانا حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طب کی بعض کتب بھی پڑھا کرتا تھا۔ منشی صاحب اپنے ساتھ اپنے ایک غیر احمدی وکیل دوست کو بھی گوجرانوالہ سے لائے۔ ان کے یہ دوست شراب نوشی کی عادت کا بری طرح شکار تھے اور اس کثرت سے شراب پیتے تھے کہ ان کا

کسی وقت کا کھانا بھی بغیر مے خواری کے نہ ہوتا تھا۔ منشی صاحبؓ نے ایک لمبے عرصہ تک اپنے
اس دوست کی عادت بد چھڑانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی وکیل صاحب الٰی
کو یہی کہتے کہ اتنے لمبے عرصہ سے یہ عادت میرے اندر راسخ ہو چکی ہے کہ اب اس کا
ترک کرنا میری ہمت اور طاقت سے باہر ہے۔ منشی صاحبؓ اس خیال سے کہ قادیان میں
حضرت اقدس علیہ السلام اور دوسرے بزرگوں کی دعا و برکت سے شاید وہ اس عادت
بد کو چھوڑ سکیں ان کو قادیان لائے تھے۔

ان دنوں باغ میں حضرت مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ قرآن کریم کا درس
بھی فرماتے تھے چنانچہ جب حضرت مولوی صاحبؓ بعد نماز عصر درس دینے لگے تو منشی صاحب
نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ ایک غیر احمدی دوست کو بھی لایا ہوں۔ ان کو مے نوشی
کی پرانی عادت ہے آپ درس میں بادہ نوشی کی مضرتوں اور نقصانات پر بھی مفصل
روشنی ڈالیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دوست آپ کے وعظ و نصیحت اور توجہ سے اس عادت
کو ترک کرنے میں کامیاب ہو سکیں اتفاق سے درس بھی آیت یسئلونک عن الخمر الخ
والے رکوع سے شروع ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت حکیم الامتؓ نے شراب کی مضرتوں اور نقصانات
کو پوری شرح و بسط سے بیان فرمایا اور روحانی اخلاقی اقتصادی تمدنی اور طبی اعتبارات
سے اس مسئلہ پر بہت عمدگی سے روشنی ڈالی۔ حضرت کا درس بہت ہی پر تاثیر اور فائدہ بخش تھا
جب درس ختم ہوا تو منشی صاحبؓ نے اپنے وکیل دوست سے جو حلقہ درس میں
بیٹھا ہوا تھا دریافت کیا کہ کیا آپ کو بھی اس درس سے کوئی فائدہ پہنچا ہے۔ اس نے
جواب دیا کہ شراب کی مذمت میں جو کچھ میں نے آج حضرت علامہ کی زبان سے
ہے واقعی اس سے قبل میرے سننے میں نہیں آیا اور مجھ پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ شراب خوری
بہت نقصان رساں اور مضر ہے لیکن جب میں نے اپنے نفس سے اس بارہ میں پوچھا
تو اس کو اس پرانی عادت کے ترک کرنے کیلئے آمادہ نہیں پایا ؎

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات | منشی صاحبؓ اپنے دوست کے اس انکار

کو سنکر بہت ہی رنجیدہ خاطر ہوئے اس کے بعد جب وہ گوجرانوالہ واپس جانے لگے تو انہوں نے اپنے وکیل دوست سے کہا کہ چلئے! جاتے ہوئے حضرت اقدس سید نا مرزا صاحب علیہ السلام سے اجازت حاصل کر لیں اور زیارت بھی کرتے جائیں۔ حضور اقدس علیہ السلام ایک خیمہ میں فروکش تھے خادمہ کے ذریعہ سے اپنے حاضر ہونے کی حضور کو اطلاع بھجوائی حضور اقدس علیہ السلام نے اطلاع ملنے پر اندر بلالیا اور اپنے قریب پلنگ پر بٹھایا۔
یہ خدا تعالیٰ کے عجیب اسرار میں سے ہے کہ بغیر منشی صاحبؓ کے کچھ عرض کرنے کے اور اپنے دوست کا حال بیان کرنے کے حضور اقدس نے قوت ارادی اور قوت ضبط کی ایک حکایت بیان کرنی شروع کر دی اور فرمایا کہ انسان کے اندر بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ مختلف عیوب اور گناہوں میں مبتلا اور ملوث ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ضمیر پاک دیا گیا ہے اور اس کو قوت ارادی اور قوت ضبط بھی عطا کی گئی ہے اس لئے اگر انسان اس سے کام لے تو وہ ان عیوب اور گناہوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ایک دلچسپ حکایت

چنانچہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور مثال ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی اور وہ مٹی سے اس قدر مانوس ہو گیا کہ ہر وقت اس کی تعریف و توصیف کرنے لگا دربار کے امراء اور وزراء نے بھی جب بادشاہ کی طبیعت کا رجحان دیکھا تو بوجہ بادشاہ کے ملازم ہونے کے مٹی کی تعریف کرنے لگ پڑے۔ بادشاہ نے کہا بعض لوگ مٹی کھانے کو مضر خیال کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں تو اس میں کچھ برائی یا مضرت معلوم نہیں ہوتی۔ اس پر وزراء اور دوسرے درباریوں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! لوگ یونہی اس کے نقصانات بتاتے ہیں۔ ان کو کیا معلوم ہے کہ مٹی میں کیا کیا خزانے اور عجائبات پائے جاتے ہیں۔ آخر سب انسانوں کی غذائیں اور باغ و بستان مٹی سے ہی بنتے ہیں اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ بھی مٹی سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ پھر مٹی نقصان دہ کیسے ہو سکتی ہے۔ بادشاہ درباریوں کی مٹی کے متعلق ایسی تعریفوں کو سنکر مٹی کھانے کی عادت میں

اور بھی پختہ ہو گیا۔ جب مٹی کے استعمال پر بادشاہ کو ایک عرصہ گزر گیا تو اس کے بدنتائج ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ جگر خون پیدا کرنے سے رہ گیا۔ معدہ کی قوت ہضم میں فرق آ گیا چہرہ پر بے رونقی اور مسوڑوں اور زبان پر کمی خون کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ چلنے کے وقت سانس پھولنا شروع ہو گیا۔ ان علامات کے نمایاں ہونے پر بادشاہ نے بھر دربار میں ذکر کیا کہ میں نے مٹی کھانے کی عادت اختیار کی تھی۔ لیکن میں نے مٹی کو کیا کھایا مٹی نے مجھے کھا لیا ہے اور جو جو عوارض اور نقصانات اس کو ہوئے تھے وہ بیان کئے اس پر درباریوں نے جو دراصل "راجہ کے غلام تھے نہ کہ بینگن کے" مٹی کی مذمت شروع کر دی اور اس میں ہر طرح سے مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ کسی نے کہا مٹی جیسی مذموم چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ جس پر تمام مخلوقات کا بول و براز پڑتا ہے۔ کسی نے کہا کہ سب لوگوں کے جوتے جس پر ہر روز پڑیں وہ چیز بھی کچھ قابل تعریف ہو سکتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس درباری کے خیال میں جو بھی مذمت کا خیال آیا اس نے کہہ ڈالا۔

بادشاہ نے کہا اب ماضی کو رہنے دو اور میری صحت کی بحالی کے لئے کوئی تجویز و انتظام کرو۔ چنانچہ ملک کے طول و عرض سے چیدہ چیدہ اطباء اور معالج درجنوں کی تعداد میں بادشاہ کے علاج کے لئے جمع کئے گئے اور علاج شروع ہوا۔ بادشاہ نے سب معالجوں کو کہا کہ علاج شروع کرنے سے پہلے میری ایک شرط ہے کہ چونکہ مٹی کھانے کی عادت میرے اندر راسخ ہو چکی ہے اور اس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لئے ایسا علاج کیا جائے کہ بغیر کسی وعظ و نصیحت کے اور بغیر کسی پرہیز کرانے کے دوا اور غذا کے استعمال سے ہی مٹی کی عادت ترک ہو جائے اور مٹی سے نفرت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ علاج شروع ہوا اور ایک عرصہ تک ہوتا رہا۔ لیکن نہ ہی بادشاہ مٹی کھانے سے باز آیا اور نہ ہی کوئی دوا اور غذا اس عادت کو ترک کرانے کے لئے کارگر ہو سکی

کامیاب علاج

ایک مدت کے بعد کوئی سیاح بادشاہ کے شہر میں آ نکلا اور اتفاق سے بادشاہ کے اطباء اور معالجوں کی قیام گاہ پر آ گیا۔ جب اس نے بادشاہ کی جانگسل بیماری اور اتنا لمبا عرصہ تک ناکام علاج کے متعلق سنا تو بہت افسوس

کیا اور کہا کہ علاج تو بہت آسان ہے۔ لیکن اطباء نے یوں ہی اتنا لمبا عرصہ لگایا ہے۔ اس سیاح کی یہ بات افواہاً عام شہر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اور اس کے دربار تک بھی جا پہنچی۔ دوسرے دن جب بادشاہ دربار میں آیا تو اس نے اس کا ذکر اپنے وزراء و امراء کے سامنے کیا۔ سب نے کہا کہ ہم نے بھی یہ بات سنی ہے چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس سیاح کو طلب کیا جائے جب وہ سیاح شاہی دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ ایسی ایسی بات سننے میں آئی ہے کیا یہ درست ہے۔ اس سیاح نے عرض کیا کہ ہاں یہ درست ہے اور میں آپ کا کامیاب علاج بہت ہی قلیل وقت میں کر سکتا ہوں اس کے بعد اس نے کہا کہ کیا آپ اپنا علاج ابھی جلوت میں کرانا چاہتے ہیں یا خلوت و علیحدگی میں؟ یہ سن کر بادشاہ کچھ متامل ہوا اور اس نے خیال کیا کہ سب کے سامنے علاج کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی بات وقوع میں آئے جو باعث خفت ہو۔ اس لئے اس نے کہا کہ میں علاج خلوت و علیحدگی میں کراؤں گا۔ چنانچہ مناسب جگہ اور وقت پر جو علاج کے لئے تجویز ہوا وہ سیاح پہنچ گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اس وقت علاج کے طور پر جو تجویز میں آپکی خدمت میں پیش کروں گا اگر وہ آپ مان لیں گے تو یقیناً آپ کو بیماری سے فوراً شفا ہو جائیگی بادشاہ نے کہا کہ آپ کہیئے میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا سیاح نے کہا کہ اترك الحكومة یعنی اپنی بادشاہت کو چھوڑ دو۔ بادشاہ اس تجویز سے حیران و متعجب ہوا اور اسکی وجہ دریافت کی۔ سیاح نے عرض کیا کہ بادشاہوں کو بادشاہوں سے مقابلے اور لڑائیاں بھی کرنا پڑتی ہیں۔ پس آپ خود ہی بتائیں کہ جب آپ اس حقیر اور ذلیل مٹی کا جو روزانہ پاؤں اور جوتوں کے نیچے روندی جاتی ہے مقابلہ نہیں کر سکتے اور اس سے مغلوب ہو رہے ہیں تو جب آپ کا مقابلہ کسی زبردست غنیم سے ہوگا تو اس کے مقابل پر آپ کس طرح کامیاب ہو سکیں گے۔ یہ یقینی امر ہے کہ آپ شکست کھا کر نہ صرف اپنی بادشاہت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ اپنی عزت و آبرو اور جان بھی گنوائیں گے پس کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ ابھی حکومت سے دستبردار ہو کر کسی زیادہ مناسب

آدمی کو تخت پر بیٹھنے کا موقعہ دیں۔ ہاں اگر حکومت کرنے کا عزم و ارادہ ہے تو پھر ابن عزم الملوک (بادشاہوں کا عزم آپ میں کہاں ہے) یہ الفاظ کہہ کر سیاح نے بادشاہ کے خفتہ عزم و استقلال کو بیدار کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے نہایت جوش، استقلال اور جلال سے فرمایا واللہ لا آکل الطین بعد ذالک ابداً۔ یعنی خدا کی قسم میں اب کبھی مٹی نہ کھاؤں گا اور اس نے مٹی کھانا ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

اس کے بعد بادشاہ جب دربار میں آیا تو اس نے ذکر کیا کہ میں نے مٹی کھانی چھوڑ دی ہے درباری اس فوری تبدیلی اور علاج سے بے حد متعجب ہوئے تو بادشاہ نے کہا کہ علاج تو دراصل ہمارے اپنے اندر ہی فطری طور پر موجود تھا۔ صرف صحیح طور پر تحریک کی ضرورت تھی جو سیاح صاحب نے کر دی اور ہماری قوت ضبط اور قوت ارادی کو بیدار کیا

جب حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ حکایت بیان فرمائی تو وکیل صاحب پر حضور کی توجہ اور برکت سے اس حکایت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً بول اٹھے کہ حضور! آج سے میں بھی اپنے عزم اور پختہ ارادہ سے شراب نوشی سے توبہ کرتا ہوں۔ حضور میرے لئے دعائیں فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس توبہ پر استقامت اور استقلال بخشے۔ حضرت منشی صاحب رضؓ نے ذکر کیا کہ حضرت علامہ مولانا نورالدین صاحب رضؓ سے تو میں نے واضح طور پر اپنے دوست کی میخواری کا ذکر کر کے وعظ و نصیحت کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام سے اس بارہ میں اشارۃً بھی کچھ ذکر نہ کیا تھا لیکن ہمارے حاضر ہوتے ہی حضور نے وہ بات بیان فرمائی جو ہزار ہا نصائح اور مواعظ حسنہ سے بھی حضور کی توجہ اور قوت قدسیہ سے بڑھ کر موثر ثابت ہوئی اور میرے دوست کو اس عادت بد سے توبہ کی توفیق مل گئی فالحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام وکیل صاحب کی توبہ سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ انسانی فطرت گناہوں کی زہر سے خواہ کتنی ہی آلودہ کیوں نہ ہو جائے اس کے اندر ہی خدا تعالیٰ نے اس زہر کا تریاق بھی رکھا ہوا ہے جس طرح پانی آگ کی حرارت سے خواہ کتنا گرم ہو جائے اور جوش سے ابلنے لگے پھر بھی وہ شدید گرم پانی جب مشتعل

آگ پر پڑتا ہے تو اس کو بجھا دیتا ہے کیونکہ پانی میں حرارت کا اثر پیدا ہو جانا اس
کی فطرت کے خلاف ہے۔ یہی حال انسانی فطرت کا ہے کہ شیطان جو ناری ہے چاہتا
ہے کہ انسان کو بھی گناہوں میں ملوّث کر کے ناری بنا دے۔ لیکن انسان کی قوت ارادی
اور قوت ضبط اس کی فطرت کے اصل جوہر کو جو پاکیزہ ہے ابھارنے میں کامیاب ہو جاتی
ہے اس کے بعد حضور اقدس علیہ السلام نے دعا فرمائی اور رخصت کی اجازت فرمائی۔

خیمہ سے باہر نکلتے ہی وکیل صاحب حضرت منشی صاحبؓ کو مخاطب کر کے کہنے
لگے کہ مسیحائی کا اثر اور دم عیسیٰ کا اعجاز تو ہم نے بچشم خود دیکھ لیا۔ ہمیں جس علاج
کی ضرورت تھی وہ بغیر ہماری درخواست یا بتلانے کے کامیاب طور پر کر دیا۔ اور
ایک پرانے گنہگار اور عادی مجرم کو ایک آن کی آن میں تائب بنا دیا سچ ہے ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

نصرت الٰہیہ کے کرشمے

اس عاجز حقیر خادم سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے نصف صدی
سے زائد عرصہ سے مہمات سلسلہ میں حقیر خدمت بجا لانے کی توفیق دی ہے۔ میں اپنے پورے
یقین سے بعد تجربہ یہ بات سپرد قلم کرتا ہوں کہ ان خدام کو جو سیدنا حضرت اقدس
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آپ کے خلفاء عظام کی طرف سے کسی کام کی سرانجام دہی
کے لئے مامور کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائیدات سے نوازتا ہے اور اپنے
مخفی اسرار سے ان کی مدد کرتا اور ان کی کامیابی کے سامان پیدا کرتا ہے اور ان
سے ان کی طاقت اور مقدرت سے بڑھ کر کام لیتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں ایسے
سینکڑوں مواقع پیش آئے ہیں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کو آسمان سے بارش
کی طرح برستے ہوئے دیکھا ہے۔ میں اس موقعہ پر چند واقعات بطور مثال کے لکھ دیتا ہوں۔

جھنگ شہر میں خدائی نشان

جب آریوں کی طرف سے ملکانہ کے علاقہ میں شدھی کی تحریک زوروں پر تھی اور وہ مسلمانوں کے ارتداد کے لئے علاوہ اور ذرائع اختیار کرنے کے ان کی مفلسی اور اقتصادی بدحالی سے بھی ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے اور ان کو رقمی اور مالی امداد کا طمع دے کر شدھ کر رہے تھے تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یہ تحریک فرمائی کہ ارتداد کی ایسی تحریکات کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بھی اپنی اقتصادی حالت کو درست کریں اور اپنے تجارتی کاروبار کو وسیع کر کے اور اپنی دکانیں کھول کر اور ان کو ترقی دے کر اپنی مفلسی کو دور کریں۔

اس غرض کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک تنظیم کے ماتحت مبلغین کو مختلف علاقہ جات میں بھجوایا۔ اس سلسلہ میں خاکسار کو ضلع جھنگ میں متعین کیا گیا۔ جب میں شہر جھنگ میں پہنچا تو میں نے حالات کے پیش نظر مقامی احمدی احباب کے پاس جانا پسند نہ کیا اور شہر میں دریافت کیا کہ جھنگ میں زیادہ با اثر اور رئیس جو شریف الطبع اور با اخلاق بھی ہو کون ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ میاں شمس دین صاحب میونسپل کمشنر ان اوصاف کے مالک ہیں۔ چنانچہ میں ان کی رہائش گاہ کا پتہ لے کر وہاں پہنچا۔ میاں شمس الدین صاحب اپنے گھر کے بڑے صحن میں اپنے حلقۂ احباب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس میں تقریباً ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ بعض کے آگے بڑے قیمتی حقے رکھے ہوئے تھے اور خود میاں شمس دین صاحب بھی حقہ پی رہے تھے جس پر چاندی کی گلکاری کی ہوئی تھی۔

مجلس کے قریب پہنچتے ہی میں نے اونچی آواز سے السلام علیکم کہا علیک سلیک کے بعد میاں صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا کہ قادیان مقدس سے آیا ہوں اور احمدی ہوں انہوں نے مقصد دریافت کیا تو میں نے مختصر طور پر آریوں کی تحریک شدھی مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس کے

تدارک کے متعلق ضروری اسکیم کا ذکر کیا اور وہ امور بیان کئے جو سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ "اسلام" میں ذکر فرمائے تھے۔ میاں شمس دین صاحب نے کہا کہ مقاصد تو اچھے ہیں لیکن کسی قادیانی کے لئے یہاں بیٹھنا تو درکنار کھڑا ہونے کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی میں نے ان کی خدمت میں احمدیہ جماعت اور اس کے مقدس امام کی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی بروقت امداد کا ذکر کیا۔ اور ان کو بھی اس مفید اسکیم میں تعاون کی طرف توجہ دلائی لیکن انہوں نے بے اتفاقی برتی دریں اثناء ایک طبیب نے جو اسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کسی تعلق میں کہا کہ علم طب ایک یقینی علم ہے میں نے اسکی یہ بات سنکر عرض کیا کہ اس وقت تو میں جارہا ہوں کسی علمی بات کا موقع نہیں صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ افلاطون کا مشہور مقولہ اطباء اسلام نے نقل کیا ہے کہ المعالجتہ کرمی السھم فی الظلمات قد یخطی وقد یصیب یعنی مریضوں کا علاج معالجہ اندھیرے میں تیر پھینکنے کی طرح ہے جو کبھی نشانہ پر بیٹھتا ہے اور کبھی خطا جاتا ہے۔ پس علم طب کو یقینی علم کہنا درست نہیں۔

اچانک مرض کا حملہ

میں ابھی اس سلسلہ میں بات کر ہی رہا تھا کہ میاں شمس دین صاحب کو گھر سے اطلاع ملی کہ ان کی لڑکی جس کو آٹھواں مہینہ حمل کا ہے بوجہ قے قریب المرگ ہے ان کو زنان خانہ میں فوراً بلایا گیا اُدھر پیغام برنے یہ اطلاع دی اور دوسری طرف میں نے باہر نکلتے ہوئے السلام علیکم کہا اور پنجابی میں یہ بھی کہا کہ "اچھا تسی ہوسدے بھلے اور اسی چلدے بھلے" ابھی میں نے ایک دو قدم ہی باہر کی طرف اُٹھائے تھے کہ میاں صاحب نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں اور اگر آپ کو طبابت سے واقفیت ہو تو اس مرض کے لئے کوئی نسخہ بتا جائیں میں نے کہا کہ حاملہ کی قے کے لئے آپ سات پتے پیپل کے جو خود ریختہ ہوں لے لیں اور ان کو جلا کر راکھ چینی کے پیالہ میں ڈال لیں اور آدھ پاؤ یا تین چھٹانک پانی ڈالکر راکھ کو اس میں گھول لیں جب راکھ نیچے بیٹھ جائے تو پھر گھول لیں اسی طرح سات مرتبہ کرکے راکھ کو تہ نشین کریں اور یہ مقطر پانی مریضہ کو پلا دیں۔ میرے کہنے کے مطابق میاں صاحب نے عمل کیا خدا تعالیٰ

کے عجائبات ہیں کہ مریضہ کی قے پانی پیتے ہی رک گئی اور اس کی طبیعت فوراً سنبھل گئی جب انہوں نے یہ کرشمۂ قدرت دیکھا تو میری طرف فوراً آدمی دوڑایا (میں اس عرصہ میں شہر سے نکل کر کچھ دور آچکا تھا) اور مجھے اپنے آنے تک رکنے کے لئے کہا۔ چنانچہ میں رک گیا تھوڑی دیر میں وہ بھی آپہنچے اور علاج کی بے حد تعریف کرنے کے بعد درخواست کرنے لگے کہ میں ان کے ہاں ٹھہروں وہ ہر طرح سے میرے آرام و سہولت کا خیال رکھیں گے اور مہمانداری کا حق ادا کریں گے۔ میں نے کہا کہ میری دعوت کو تو آپ نے رد فرمایا ہے جو قومی فائدہ کے لئے تھی اور اپنی طرف سے مجھے دعوت دے رہے ہیں۔

میاں صاحب نے بہت معذرت کی اور کہا کہ جو کچھ ہوا سب ناواقفیت کی وجہ سے ہوا اب میں روزانہ شہر میں ڈونڈی پٹوا کر مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام کروں گا اور جلسہ کا انعقاد کرکے آپ کو مفید اور کارآمد خیالات کے اظہار کا موقعہ بہم پہنچاؤں گا۔

چنانچہ حسب وعدہ روزانہ جلسے کا انتظام اور انعقاد کرتے اور خود اپنی صدارت میں میری تقریر کراتے۔ ان کے اثر و رسوخ اور وقار کی وجہ سے لوگ جوق در جوق جلسہ میں آتے اور میری تقریر کو سنتے یہاں تک کہ شہر کے مسلمانوں میں اپنی اقتصادی حالت کو سنوارنے کے لئے خوب بیداری پیدا ہو گئی۔ اسیؔ کے قریب مسلمانوں کی نئی دکانیں شہر میں کھل گئیں اور جو دوکانیں اور کاروبار پہلے موجود تھا زیادہ پُر رونق ہو گیا۔

مجھے بوجہ اس شہر میں ناواقفیت اور اجنبیت کے بظاہر کامیابی کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن یہ سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ کی توجہ اور قوت قدسیہ تھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اچانک میاں شمس دین صاحب کی لڑکی کے اچانک بیمار ہونے اور میرے معمولی علاج سے شفایاب ہونے کا واقعہ ظاہر ہوا۔ اور وہ جو میرا اپنے گھر میں کھڑا ہونا بھی برداشت نہ کرسکتے تھے ایک زبردست معاون اور ہمدرد بن گئے اور بڑے فخر اور محبت سے تقریباً دو ہفتہ تک میری رہائش اور مہمانوازی کا انتظام کیا اور مزید

قیام کے لئے بھی اصرار کرتے رہے اس موقعہ پر جھنگ شہر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس رنگ میں کامیابی ہوئی کہ تمام ہندو تلملا اُٹھے اور سرکاری افسران کو تاریں دیں کہ قادیانی مولوی کو اس طرح کارروائی کرنے سے روکا جائے۔

بھدرک (اڑیسہ) میں سلسلہ حقہ کی تائید

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت ہندوستان کے دورہ کے لئے چار افراد پر مشتمل ایک وفد بھیجا گیا جس میں خاکسار راقم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مہاشہ محمد عمر صاحب اور گیانی عباد اللہ صاحب شامل تھے۔ ہم پہلے کلکتہ گئے۔ وہاں سے ٹاٹانگر جمشید پور ہوتے ہوئے کیرنگ پہنچے۔ کیرنگ میں بڑی جماعت ہے جو مولوی عبدالرحیم صاحب پنجابی کے ذریعہ قائم ہوئی تھی۔ کیرنگ کے اردگرد کے دیہات میں بھی ہم تبلیغ کی غرض سے جاتے رہے۔ ایک دفعہ ایک گاؤں کی طرف جارہے تھے کہ راستہ میں ایک سانپ کا عجیب نمونہ دیکھا۔ ہم بلندی کے اوپر ایک راستہ پر جارہے تھے اور وہ بہت بڑا سانپ نشیب میں جارہا تھا۔ اس سانپ کے اوپر کی طرف پشت پر بالکل گھڑیال کی طرح دھاریاں تھیں اسی طرح اس علاقہ میں سرس کے درخت دیکھے ان کے پھول بجائے زرد اور کالے رنگ کے سرخ رنگ کے تھے اس رنگ کے پھول پنجاب وغیرہ علاقوں میں نہیں ہوتے۔

کیرنگ سے ہم بھدرک پہنچے یہ خان صاحب مولوی نور محمد صاحب رضی کا آبائی وطن تھا۔ خانصاحب پولیس کے اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ بھدرک میں علاوہ دیگر شرفاء اور معززین کے ایک ہندو مہنت سے بھی ملاقات ہوئی جو وہاں کے رئیس تھے انہوں نے ہماری ضیافت کا انتظام بھی کیا اور اپنی وسیع سرائے میں ہمیں جلسہ کرنے اور لیکچر دینے کی اجازت دی۔ اس سرائے کے ایک حصہ میں ہندوؤں کے بت خانوں کی یادگاریں اور بتوں کے مجسمے جا بجا نصب تھے۔

جب ہماری تقریریں شروع ہوئیں تو اوپر سے ابر سیاہ برسنا شروع ہوگیا۔ تمام چٹائیاں اور فرش بارش سے بھیگنے لگا۔ اس وقت احمدیوں کے دلوں میں لیکچروں میں

رکاوٹ کی وجہ سے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ میرے دل میں بھی سخت اضطراب پیدا
ہوا۔ اور میرے قلب میں دعا کے لئے جوش بھر گیا میں نے دعا کی کہ اے ہمارے مولیٰ ہم
اس معبد اصنام میں تیری توحید اور احمدیت کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں اور تیرے پاک خلیفہ
اور مصلح موعود کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ لیکن آسمانی نظام اور ابر و سحاب کے منتظم ملائکہ
بارش برسا کر ہمارے اس مقصد میں روک بننے لگے ہیں۔ میں یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ قطرات
بارش جو ابھی گرنے شروع ہی ہوئے تھے۔ طرفۃ العین میں بند ہوگئے اور جو لوگ بارش کے
خیال سے جلسہ گاہ سے اُٹھ کر جانے لگے تھے۔ میں نے ان کو آواز دیکر روک لیا اور
اور کہا کہ اب بارش نہیں برسے گی۔ لوگ اطمینان سے بیٹھ کر تقریریں سنیں۔ چنانچہ
خدا تعالیٰ کے فضل سے سب مبلغین کے لیکچر ہوئے اور بارش بند رہی اور تھوڑے وقت
میں مطلع بالکل صاف ہوگیا۔ فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک

بھاگلپور میں تائیدِ الٰہی کا کرشمہ

اسی طرح ہمارا یہ وفد جب بھاگلپور میں پہنچا تو مقامی
جماعت کی طرف سے ایک جلسہ منعقد کر کے ہمارے
لیکچروں کا انتظام کیا گیا۔ جلسہ کا پنڈال ایک سر سبز و شاداب اور وسیع میدان میں بنایا
گیا۔ حضرت مولوی عبدالماجد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وہاں کے امیر جماعت تھے۔
آپ کے انتظام کے ماتحت کرسیاں۔ میز اور دریاں قرینہ سے لگائی گئیں حاضرین کی
تعداد بھی کافی ہوگئی ابھی جلسہ کا افتتاح ہی ہوا تھا کہ ایک کالی گھٹا جو برسنے والی تھی
مقابل کی سمت سے نمودار ہوئی اور کچھ موٹے موٹے قطرات بارش گرنے بھی شروع ہوگئے
میں اس وقت اسٹیج کے پاس حضرت مولوی ابوالفتح پروفیسر عبدالقادر صاحب کے پہلو
میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے قلب میں اس وقت بارش کے خطرہ اور تبلیغی نقصان کو دیکھ کر
خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک جوش بھر گیا اور میں نے اس جوش میں الحاح اور تضرع
کے ساتھ دعا کی کہ اے خدا یہ ابر سیاہ تیرے سلسلۂ حقّہ کے پیغام پہنچانے میں روک
بننے لگا ہے اور تبلیغ کے اس زریں موقعہ کو ضائع کرنے لگا ہے تو اپنے کرم اور
فضل سے اس امنڈتے ہوئے بادل کو برسنے سے روک دے اور اس کو دور ہٹا دے

چنانچہ جب لوگ موٹے موٹے قطرات کے گرنے سے۔ اِدھر اُدھر ہلنے لگے اور بعض لوگوں نے فرش کو جو نیچے بچھایا ہوا تھا لپیٹنے کی تیاری کرلی تو میں نے اس سے منع کردیا اور لوگوں کو تسلی دلائی کہ وہ اطمینان سے بیٹھے رہیں بادل ابھی چھٹ جائیگا یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ وہ بادل جو تیزی سے امنڈا چلا آتا تھا۔ قدرت مطلقہ سے پیچھے ہٹ گیا اور بارش کے قطرات بھی بند ہوگئے اور ہمارا جلسہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے ماتحت کامیابی کے ساتھ سرانجام ہوا فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک

غازی کوٹ ضلع گورداسپور میں ایک نشان

اسی قسم کا ایک واقعہ اور کرشمہ قدرت غازی کوٹ ضلع گورداسپور میں ظہور پذیر ہوا۔ چودھری نتھے خان صاحب جو گاؤں مذکور کے رئیس اور مخلص احمدی تھے نے وہاں ایک تبلیغی جلسہ کا انتظام کیا اور علاوہ مبلغین اور مقررین کے ارد گرد کے احمدی احباب کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ جلسہ دو دن کے لئے مقرر کیا گیا۔ جب غیر احمدی لوگوں کو اس جلسہ کا علم ہوا۔ تو انہوں نے بھی اپنے علماء کو جو فحش گوئی اور دشنام دہی میں خاص شہرت رکھتے تھے مدعو کرلیا اور ہماری جلسہ گاہ کے قریب ہی اپنا سائبان لگا کر اور اسٹیج بنا کر حسب عادت سلسلہ حقہ اور اس کے پیشواؤں اور بزرگوں کے خلاف سب وشتم شروع کردیا۔ ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ ایک طرف سے سخت آندھی اُٹھی اور اس طوفان باد نے انہی کے جلسہ کا رُخ کیا اور ایسا اودھم مچایا کہ ان کا سائبان اُڑ کر کہیں جا گرا قناتیں کسی اور طرف جا پڑیں اور حاضرین جلسہ کے چہرے اور سر گرد سے اَٹ گئے۔ یہاں تک کہ ان کی شکلیں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ ۱۲ بجے دوپہر تک جو غیر احمدیوں کا پروگرام تھا وہ سب کا سب طوفان باد کی نذر ہوگیا ہمارا جلسہ ۱۲ بجے کے بعد شروع ہونا تھا اور سب سے پہلی تقریر میری تھی۔ آندھی کا سلسلہ ابھی چل رہا تھا کہ مجھے اسٹیج پر بلایا گیا۔ میں نے سب حاضرین کی خدمت میں عرض کیا کہ سب احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جلسہ کو ہر طرح سے کامیاب کرے۔ چنانچہ میں نے سب حاضرین سمیت دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور

خدا تعالیٰ کے حضور عرض کیا اے مولیٰ کریم تو نے خود ہی قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مخلص و مومن اور فاسق و کافر برابر نہیں ہو سکتے اور تجھے معلوم ہے کہ غیر احمدیوں کے جلسہ کی غرض تیرے پاک مسیح کی ہجو اور تکذیب کے سوا کچھ نہیں اور ہماری غرض تیرے پاک مسیح کی تصدیق اور توصیف کے سوا اور کچھ نہیں اگر دونوں مقاصد میں تیرے نزدیک کوئی فرق ہے تو اس آندھی کے ذریعہ اس فرق کو ظاہر فرما اور اس آندھی کے مسلط کرنے والے ملائکہ کو حکم دے کہ وہ اس کو تھام لیں۔ تاکہ ہم جلسہ کی کارروائی کو عمل میں لاکر اعلاء کلمۃ اللہ کر سکیں۔ میں ابھی دعا کر ہی رہا تھا اور سب احباب بھی میری معیت میں ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے کہ یکدم آندھی رُک گئی اور ایسی رُکی کہ ریاح عاصفہ سے بادِ نسیم میں تبدیل ہو گئی اور چند منٹ تک ہوا میں بالکل سکون ہو گیا اور ہمارا جلسہ بخیر و خوبی سرانجام پایا۔ خدا تعالیٰ کی نصرت کے یہ سب کرشمے اُس کے پاک مسیح موعود اور نائب الرسول اور اس کے عظیم الشان خلفاء کی خاطر اور ان کی برکت سے ظاہر ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

موضع غازی کوٹ کے واقعہ کو عزیزم مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری نے انہی دنوں اخبار الفضل میں بھی مختصر طور پر شائع کرا دیا تھا۔

کلام قدسی

جہاں ہے لوحِ اقدس مصحفِ تدریسِ عرفانی
اسی سے قلبِ عارف پر کھلیں اسرارِ ربانی

مبارک ہیں نگاہیں جو شناسائے حقائق ہیں
نظر آئے جنہیں ہر ذرہ سے خورشیدِ حقانی

ہے ملت کی حقیقت ضابطہ اور جادۂ سالک
کہ تا وہ خلق سے خالق تلک پہونچے بآسانی

خودی اور خود روی ہے بُعدِ منزل اور حجاب اپنا
وگرنہ نحن اقرب کی صدا ہے مژدہ فانی

خدا کا عبد بننا ہے بہت مشکل، بہت مشکل
نہ ہو جب تک میسر ضبط اور ایثار و قربانی

ثری سے تا ثریا ذرہ ذرہ تیرا خادم ہے
کہ تا خادم بنے تو بھی دکھا کر شانِ انسانی

تیری تقدیس کے جلوہ سے منظر طور کا عالم
کلیم آسا بنا ہر ایک قدسی مست صمدانی

منارۃ المسیح کا سنگ بنیاد

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے کہ جب حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد اقصیٰ کے منارۃ المسیح کی بنیاد رکھنے لگے اور چوہدری مولانا بخش صاحب (والد ڈاکٹر شاہنواز صاحب ساکن چونڈہ ضلع سیالکوٹ) نے منارۃ المسیح کے عنوان کا کتبہ تیار کروا کر حضور کی خدمت میں پیش کیا اور درخواست کی کہ اس کتبہ کو منارۃ المسیح کی پیشانی پر سامنے کی طرف لگا کر انہیں ثواب کا موقعہ دیا جائے تو سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کی اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ اس موقعہ پر جب حضرت اقدس علیہ السلام نے صحابہ کی معیت میں مسجد اقصیٰ میں لمبی دعا فرمائی تو اس عبد حقیر کو بھی بفضل تعالیٰ حضور اقدس کی معیت میں دعا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان ایام میں خاکسار قادیان میں ہی حضور اقدس کے قدموں میں حاضر تھا۔

مباحثہ مڈھ رانجھا ضلع شاہ پور

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ و رضاہ کما یحب و یرضیٰ کے عہد خلافت میں خاکسار جماعت احمدیہ لاہور میں درس و تدریس اور تبلیغ کی غرض سے لاہور میں ہی مقیم تھا کہ ان دنوں پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ کے مخالف غیر احمدیوں نے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو بلا کر احمدیوں سے مباحثہ کرانے کی تجویز کی اور مقامی احمدیوں کی علمی کمزوری اور اپنی علمی برتری کے متعلق بہت کچھ بے جا فخر اور تکبر کا مظاہرہ کیا۔

پنڈی بھٹیاں کے احمدی میاں محمد مراد صاحب درزی جو نہایت ہی مخلص اور جوشیلے احمدی اور تبلیغ کے دیوانے اور شیدائی ہیں اور جن کی تبلیغ اور عمدہ نمونہ سے عزیزم شیخ عبد القادر صاحب مبلغ سلسلہ اور ان کے خسر ہندوؤں سے اسلام اور احمدیت میں داخل ہوئے تھے نے سیدنا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی مبلغ کے بھجوانے کے لئے عرض کیا حضور کی طرف سے خاکسار کو لاہور میں ارشاد پہونچا کہ مولوی ابراہیم صاحب کے ساتھ مناظرہ کیلئے موضع مذکور میں جاؤں نیز حضور کا یہ حکم بھی ملا کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب کو میں عربی میں خط لکھوں اور عربی میں مناظرہ کے لئے چیلنج دوں۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب سے میرے مباحثات بارہا ہو چکے تھے۔ جہلم۔ امرتسر لاہور۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ منڈی بہاؤالدین وغیرہ مقامات پر اس لئے وہ مجھ سے بخوبی واقف تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی دعا و توجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عجیب کرشمہ ظاہر ہوا کہ جب مولوی محمد ابراہیم صاحب کو احمدی جماعت کی طرف سے مناظرہ کیلئے تیاری اور آمادگی کا علم ہوا۔ تو انہوں نے عدیم الفرصتی کے بہانہ سے پنڈی بھٹیاں آنے سے معذرت کر دی۔ ادھر میں نے وہاں پہنچتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت مولوی صاحب کے نام عربی میں خط لکھا۔ اور عربی میں مناظرہ کا چیلنج دیا اور یہ خط مقامی غیر احمدیوں کو پہونچا دیا۔ ان غیر احمدیوں نے جب عربی خط اور چیلنج کو دیکھا اور ادھر مولوی محمد ابراہیم صاحب کی آمد سے انکار پر اطلاع پائی اور

عربی میں مناظرہ کرنے کے لئے کسی اور عالم کو بھی پیش نہ کر سکے تو بہت نادم اور شرمندہ ہوئے اور میاں محمد مراد صاحب اور دوسرے احمدیوں سے معذرت کرتے ہوئے اپنے علماء کی علمی کمزوری کا ثبوت مہیا کیا میرا وہاں چند دن قیام رہا اور سارے قصبے میں خدا کے فضل سے خوب تبلیغ کا موقعہ ملا فالحمد للہ علی ذالک

مباحثہ مڈھ رانجھا جب میں پنڈی بھٹیاں سے واپس لاہور پہونچا تو بارگاہ خلافت سے میرے نام ارشاد پہونچا کہ آپ مڈھ رانجھا ضلع شاہ پور میں مباحثہ کیلئے پہونچ جائیں۔ اور راستہ میں دعا اور استغفار پر خاص طور پر زور دیں۔ چنانچہ میں لاہور سے شام کو سانگلہ ہل پہونچا۔ وہاں پر حضرت حکیم محمد صالح صاحب سیال جو نہایت ہی مخلص احمدی تھے اور اس وقت سانگلہ میں اکیلے احمدی تھے کے ہاں قیام کیا وہاں رات کو مجھے ایک نسخہ خواب میں بتایا گیا کہ ارزیز کا بھنگ میں کشتہ واقع جریان اور سرعت اور مقوی اور ممسک ہے (یہ نسخہ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے اور مفید پایا ہے) مجھے اس وقت اس کی یہ تعبیر معلوم ہوئی کہ سیدنا حضرت حضرت خلیفۃ المسیح نے مجھے جو استغفار اور دعا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور جس کی تعمیل میں راستہ میں متعدد بار کرتا آیا ہوں اس کا روحانی فائدہ اور برکت مجھے حاصل ہوگی اور میں بفضلہ تعالیٰ اپنے حریف پر مباحثہ میں غالب آؤں گا۔

چنانچہ جب میں سانگلہ سے روانہ ہو کر دریائے چناب کو بذریعہ کشتی عبور کر کے دوسری طرف پہنچا تو شیخ مولا بخش صاحب احمدی مع چند احباب کے میری انتظار میں تھے۔ وہ میری آمد سے بہت خوش ہوئے انہوں نے بتایا کہ ان کے علاقہ میں مولوی شیر عالم صاحب مشہور عالم ہیں جو خاندان مخدوماں میں سے ہیں وہ بار بار احمدیوں کو مباحثہ کے لئے چیلنج دے چکے ہیں لیکن چونکہ اس علاقہ میں کوئی بڑا احمدی عالم نہیں اس لئے مرکز سے آپ کو بلوایا گیا ہے مناظرہ کا مقام موضع مذکور کی ایک مسجد قرار پایا جہاں پر گرد و پیش کے دیہات سے کثرت کے ساتھ لوگ جمع ہو گئے۔

شرائط مناظرہ مباحثہ کی شرائط یہ قرار پائیں کہ میری طرف سے صداقت دعوے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل از روئے قرآن شریف پیش کئے جاویں

اور مولوی شیر عالم صاحب ان کی تغلیط از روئے قرآن شریف بیان کریں۔ طریق یہ مقرر کیا گیا کہ دونوں مناظر پہلے اپنے اپنے موضوع بحث کو اردو میں قلمبند کرلیں۔ اور پھر حاضرین کو اردو یا پنجابی میں مناسب تشریح کے ساتھ سنا دیں۔

چنانچہ ہم دونوں کی طرف سے پرچے لکھے گئے اور پولیس کی نگرانی اور انتظام کے ماتحت ۹ بجے صبح کارروائی شروع ہوئی۔ لوگ ہزار ہا کی تعداد میں مسجد اور اس کے ارد گرد جمع تھے۔ مولوی شیر عالم صاحب نے فرمایا کہ پہلے مولوی غلام رسول اپنا پرچہ سنائیں گے۔ اور انکے بعد میں اپنا پرچہ سناؤں گا۔ ان کی غرض اپنی تقریر کو موخر کرنے سے یہ تھی کہ وہ بعد میں اپنا تازہ اثر قائم رکھ سکیں۔ اور میری تقریر کے اثر کو زائل کر سکیں۔ میں انکی اس چال کو سمجھ گیا۔ لیکن مجبوراً ان کی یہ شرط قبول کرنی پڑی۔ میں نے اس وقت اللہ تعالےٰ کے حضور خاص طور پر نصرت الٰہی کے حصول کے لئے دعا کی جس کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت اور اطمینان حاصل ہو گیا اور مجھے دعا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات خاص طور پر دل میں ڈالی گئی۔ کہ پرچہ پڑھنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے حضور ان الفاظ میں دعا کرلی جائے :- کہ

"اے ہمارے علیم و حکیم اور قادر و متصرف خدا اگر تیرے نزدیک میرا یہ پرچہ اور اس کا مضمون تیری رضا کے مطابق ہے تو مجھے اس کو سنانے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرما اور حاضرین اور سامعین کو سننے سمجھنے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرما اور اگر یہ پرچہ تیری رضا کے خلاف ہے تو نہ ہی مجھے اس پرچہ کے سنانے اور سمجھانے کی توفیق ملے اور نہ حاضرین کو سننے کی توفیق ملے"۔

نصرت الٰہی کا کرشمہ

چنانچہ میں نے اس بات کا اعلان کیا کہ چونکہ اس بحث کا تعلق دین اور ایمان سے ہے اور یہ بہت نازک معاملہ ہے اس لئے ہم دونوں مناظروں کی طرف سے مندرجہ بالا الفاظ میں دعا کی جائے اور حاضرین اس پر آمین کہیں۔ چنانچہ میں نے انہی الفاظ میں دعا کرکے (جس پر سب حاضرین نے آمین کہا) اپنا پرچہ مع تشریح کے پڑھنا شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس ناچیز اور حقیر کی روح القدس سے تائید فرمائی اور میرے قلب میں انشراح اور زبان میں خاص فصاحت و بلاغت بخشی اور میں نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے ساتھ وفات مسیحؑ کے دلائل بھی کھول کر بیان کر دیئے۔ میں نے ۹ بجے صبح شروع

کرکے ایک بجے اپنی تقریر ختم کی سب حاضرین نے پوری توجہ اور دلچسپی سے میری تقریر کو سنا
اس کے بعد میں نے اپنی تقریر کے ختم ہونے کا اعلان کیا اور مولوی شیر عالم صاحب کو اپنا پرچہ
شروع کرنے کے لئے کہا، جب مولوی صاحب اٹھ کر پرچہ سنانے لگے تو میں نے کہا کہ میرا پرچہ سنانے
سے پہلے جس طرح دعا کرلی گئی تھی۔ انہی الفاظ میں آپ بھی حاضرین سمیت دعا کریں۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ جب مولوی صاحب نے مذکورہ بالا الفاظ
میں دعا کے بعد پرچہ سنانا شروع کیا تو ابھی دو چار منٹ ہی ہوئے تھے کہ حاضرین کی
ایک بڑی تعداد یہ کہہ کر اٹھ کر چلی گئی کہ مولوی شیر عالم جو باتیں بیان کر رہے ہیں یہ تو ہم نے پہلے بھی
ان کے منہ سے کئی دفعہ سنی ہیں۔ کوئی نئی اور دلچسپ بات وہ پیش نہیں کر رہے اس کے دو
تین منٹ بعد لوگوں کی ایک اور بڑی تعداد اسی طرح اظہار نفرت کرتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔
یہاں تک کہ ابھی گیارہ منٹ ہی گزرے تھے کہ سوائے میرے اور دو اور آدمیوں کے سب سامعین
مسجد سے چلے گئے اور پولیس بھی چلی گئی۔

جناب مولوی شیر عالم صاحب یہ منظر دیکھ کر حسرت بھری آواز سے کہنے لگے۔ کہ
اب تو سب جا چکے ہیں پرچہ کس کو سناؤں۔ میں نے کہا میں تو حسب وعدہ اپنے دو ساتھیوں
کے ساتھ آپ کا پورا پرچہ سننے کے لئے تیار ہوں لیکن وہ بقیہ پرچہ سنانے کے لئے تیار نہ ہوئے
میں نے ان کو کہا کہ کیا آپ نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا تازہ نشان نہیں
دیکھا۔ کہ جب دونوں پرچوں کے سنانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی گئی تو میرا پرچہ اور تقریر
جو اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث تھی اس کو سنانے اور سننے کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر
توفیق بخشی۔ لیکن آپ کو اپنی تقریر نہ سنانے کا موقعہ ملا۔ اور نہ اس کو کوئی سننے کے لئے تیار
ہوا۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پاک مسیح موعود کی سچائی کا تازہ نشان اور نصرت الٰہی کا زندہ ثبوت
نہیں سامعین اور حاضرین سب کے سب آپ کے ہم وطن اور دوست و احباب تھے۔ اور میں
ایک غریب الدیار اور اجنبی تھا لیکن خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو میری طرف اور میری تقریر
کی طرف خاص طور پر پھیر دیا۔ اور آپ سے اور آپ کی تقریر سے باوجود دیرینہ تعلقات و قرابت
کے نفرت پیدا کر دی۔

میری ان باتوں کو سن کر مولوی شیر عالم صاحب بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے لیکن قصبہ کے اندر ندامت اور شرم کی وجہ سے نہ گئے بلکہ مسجد کے جنوب کی طرف باجرہ کے کھیت میں روپوش ہوتے ہوئے گاؤں سے چلے گئے۔

وہ دن خدا تعالیٰ کی نصرت کا عجیب دن تھا جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت، شوکت اور عظمت کا سکہ بڈھا رانجھا کے گھر گھر کے اندر بیٹھ گیا اور مولوی شیر عالم صاحب جو اپنے علم وفضل کے زعم میں احمدیوں کو للکارتے پھرتے تھے لومڑی کی طرح میدان سے بھاگ کر چھپ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

جب ہم مسجد سے نکل کر شیخ مولا بخش صاحب کے ڈیرے پر آئے تو وہاں پر آٹھ افراد جو اس نشان کو دیکھ چکے تھے بیعت کرنے کے لئے انتظار میں بیٹھے تھے انہوں نے بصد شوق اس نشان کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سلسلہ حقہ کے لئے ظاہر فرمایا تھا۔ اقرار کیا۔ اور بیعت قبول کرنے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وارضاہ کے حضور درخواستیں بھجوائیں اس مباحثہ کی روئیداد کی اطلاع جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے اور اس عاجز کے حق میں دعا فرمائی فالحمد للہ علیٰ ذالک

ایک رشتہ کے متعلق اعجازی کرشمہ

مستری میاں محمد الدین صاحب ساکن گولیکے ضلع گجرات بہت مخلص اور شریف طبع اور مضبوط وقوی ہیکل جوان تھے ان کی پہلی بیوی فوت ہونے پر ان کے بھائی میاں قطب الدین صاحب نے ان کے رشتہ کے لئے مستری کریم بخش صاحب اور حسن محمد صاحب ساکن موضع سعد اللہ پور کی ہمشیرہ کے متعلق تحریک کی اس رشتہ کے بارہ میں انکو بتایا گیا کہ لڑکی احمدی ہونے سے پہلے اپنے غیر احمدی پھوپی زاد بھائی کیساتھ منسوب ہو چکی ہے اور اب اس کے بھائی اس کی نسبت کو توڑنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ بار بار کی تحریک کے باوجود وہ راضی نہ ہوئے تو میاں قطب الدین صاحب اور محمد الدین صاحب نے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے حضور عریضہ ارسال کیا کہ میاں کریم بخش وبرادرش اپنی ہمشیرہ کا نکاح ایک غیر احمدی سے کرنے پر تلے ہوئے ہیں

اور باوجود اس کے کہ ہم نے کئی معزز احمدیوں کے ذریعہ سے تحریک کی ہے وہ رشتہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوئے اگر حضور مولوی غلام رسول صاحب افغان مرحوم کو ارشاد فرمائیں تو امید ہے کہ ان کے کہنے پر انشاء اللہ رشتہ غیر احمدیوں کے ہاں ہونے سے رک جائے گا۔

میری کوشش

چنانچہ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا میرے نام ارشاد ہوا کہ میں سعد اللہ پور جاکر کوشش کروں میں پہلے موضع گولیکے گیا اور میاں قطب دین اور محمد دین کو ساتھ لیا۔ وہاں سے ہم موضع سعد اللہ پور پہنچے۔ موضع سعد اللہ پور میں میں نے سب احمدیوں کو اکٹھا کر کے حضرت کے حکم سے ان کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور لڑکی اور اس کے دونوں بھائیوں کو بھی اچھی طرح فہمائش کر دی لیکن سب نے یہی عذر کیا کہ ہماری پھوپی صاحبہ معہ اپنے لڑکے کے ہمارے دروازے پر بیٹھی ہیں ہم اسے کس طرح ناراض کریں اور نسبت کو توڑیں۔ جب عصر کا وقت ہوا تو میں نے چار پانچ آدمی ان کے سمجھانے کے لئے بھیجے لیکن کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد مغرب کے بعد میں نے دو اور معزز احمدیوں کو ان کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ اب یہ میرا آخری پیغام ہے میں حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت آیا ہوں۔ اگر آپ نے حضور کے حکم کی اب بھی نافرمانی کی تو اس کا انجام برا ہوگا اور بعد میں پچھتانا پڑے گا۔

اس وقت میاں محمد دین اور اس کا بھائی مایوس ہو چکے تھے انہوں نے مجھ سے اپنے گاؤں واپس جانے کی اجازت چاہی میں نے کہا کہ آپ کو واپس جانے کی ابھی ضرورت نہیں ہم نے لڑکی کا نکاح میاں محمد دین صاحب سے ضرور کرانا ہے اور بغیر اس کے واپس نہیں جاتا۔ کیونکہ ہم حضرت صاحب کے حکم سے آئے ہیں۔ میرے منہ سے یہ الفاظ کچھ ایسے جوش اور جلال سے نکلے کہ سب لوگوں نے حیرت زدہ ہو کر ان کو سنا۔ چونکہ لڑکی والے رشتہ میاں محمد دین صاحب کو دینے سے قطعی انکار کر رہے تھے۔ اسلئے

خالق الاسباب سے التجا

میں نے کہا کہ اس سے پہلے ہم نے اسباب کی رعایت سے خلق سے کام لیا ہے اب ہم خالق الاسباب اور قادر مطلق ہستی سے التجا کر کے اس سے براہ راست کام لیں گے۔ چنانچہ نماز مغرب کے بعد میں نے نہایت خشوع خضوع اور الحاح سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور عرض کیا کہ "اے میرے مولیٰ کریم جس کام کیلئے ہم نے کوشش

کی ہے اس میں ہمارا اپنا ذاتی تو کوئی مقصد نہ تھا۔ بجز اس کے کہ تیرے پاک مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا اجرا اور تیرے پاک خلیفہ کے حکم کی تعمیل ہو۔ پس تو اپنی خاص نصرت نازل فرما ورنہ کمزور احمدیوں میں غیر احمدیوں کو لڑکی دینے کی رو پھیلنے سے جماعت کو بھی نقصان پہنچے گا۔ میں یہ دعا کر رہا تھا کہ میرے دل میں انشراح صدر اور اطمینان نازل کیا گیا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ اس امر میں ضرور کامیابی بخشے گا۔

دعا کی قبولیت چنانچہ میں نے سب لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اس گاؤں میں مہر غلام محمد صاحب ارائیں اور امیر بی بی صاحبہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا عظیم الشان نشان ظاہر ہو چکا ہے (یہ واقعہ پہلی جلدوں میں کہیں درج کیا جا چکا ہے) خدا تعالیٰ کی وہ قوت اور اعجاز نما طاقت اب ختم نہیں ہو گئی۔ وہ قدوس خدا اب بھی اپنا جلال اور معجزہ دکھا سکتا ہے اب میں کریم بخش صاحب اور حسن محمدؐ صاحب کو آخری تحریک کرتا ہوں اگر وہ بات نہ مانیں گے تو امیر بی بی والا واقعہ ان کے ساتھ بھی ہو گا۔ میرے یہ الفاظ الٰہی تصرف کے ماتحت کچھ ایسے موثر ثابت ہوئے کہ بعض معزز ین نے دونوں بھائیوں کو جا کر سمجھایا۔ اور برُے عواقب سے ڈرایا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت و تصرّف سے ان کے قلوب بھی اس سے متاثر ہو گئے اور عشاء کی نماز کے وقت دونوں بھائیوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ آپ آکر اللہ جوائی کا نکاح میاں محمدؐ دین سے کر دیں اور ہم سے ناراض ہو کر نہ جائیں میں نے ان کو کہلا بھیجا کہ نکاح صبح کے وقت پڑھایا جائے گا۔ چنانچہ صبح سات بجے کے قریب سب لوگوں کی موجودگی میں حضرت مولوی غوث محمدؐ صاحب رضی اللہ عنہ نے میرے کہنے پر اس لڑکی کا نکاح میاں محمدؐ دین صاحب سے پڑھا۔

نکاح کے وقت کریم بخش صاحب کی پھوپی اور جوان لڑکا بھی موجود تھا۔ اُنکی پھوپی نے کہا کہ ہم لڑکی کے زیور اور کپڑوں پر آج تک ڈیڑھ صد روپیہ خرچ کر چکے ہیں۔ وہ مجھے دلوا دیا جائے۔ چنانچہ میں نے میاں محمدؐ دین صاحب اور قطب دین صاحب سے فوراً وہ رقم اس عورت کو دلوا دی۔

یہ واقعہ جب لوگوں نے سنا تو بہت حیرت زدہ ہوئے۔ اور بعض نے مجھے جادوگر بھی کہا لیکن خدا کا یہ خاص فضل اور کامیابی محض حضرت امام وقت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی

توجہ و برکت سے تھی ورنہ مجھ حقیر کی اس میں کوئی خوبی نہ تھی۔

دعا کے متعلق کچھ

میں نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ اگر انسان نفسانیت کا چولہ اتار کر اور ہوائے نفس سے الگ ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کا آلہ قرار دیکر دعا کرے تو ایسی دعا غایت درجہ مؤثر ثابت ہوتی ہے اور اگر دعا کے وقت نفسانیت اور ہوائے نفس کا پردہ درمیان میں آجائے تو پھر ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی دعا کو قبولیت کا شرف بخشے۔ بجز اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی دعا کو اس کی سمجھ کے مطابق اس کیلئے اتمام حجت کا ذریعہ بنانا ہو۔

قبول ہونے والی دعا ایک روحانی مجاہدہ کو چاہتی ہے جس کا نشان صرف زبانی الفاظ کو طوطے کی طرح رٹنا نہیں ہوتا۔ بلکہ خشوع و خضوع، سوز و گداز اور مضطربانہ بے چینی کا قلب میں محسوس ہونا ضروری ہے اور سب سے زیادہ قبولیت کا شرف حاصل کرنے والی وہ دعا ہے جس میں انسان اللہ تعالےٰ کا آلہ بن کر اور دینی اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھ کر دعا کرے ورنہ وہ دعا جو نفسانیت کی تاریکیوں میں اضافہ کرنے والی ہو اگر قبول بھی ہو تو دینی نقصان کے اعتبار سے زہر قاتل اور خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور ابتلاء کے ہوتی ہے نہ کہ بطور اصطفاء کے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعا کے متعلق ارشاد

میں نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ بارہا سنا ہے کہ جب دنیا کے طمع اور لالچ کو ہم لوگوں کے اندر سے نکالنے کے لئے آئے ہیں افسوس ہے کہ لوگ زیادہ تر اسی کے متعلق دعا کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ کبھی یہ درخواست کرتے ہیں کہ بیوی یا اولاد نرینہ مل جائے کبھی ملازمت یا عہدہ میں ترقی کے لئے کہتے ہیں کبھی کاروبار میں نفع یا بیماری سے شفا پانے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ایسے بہت تھوڑے ہیں جو یہ دعا کرواتے ہوں کہ ہمیں خدا کی محبت اور اطاعت نصیب ہو اور خدمت دین کا موقعہ ملے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں گناہوں سے بچائے۔ اور ان سے نفرت پیدا فرمائے۔ اور روحانی امراض سے شفا حاصل ہو۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات کا مفہوم بیان کیا گیا ہے

ہو سکتا ہے کہ الفاظ میں کسی قدر اختلاف ہو۔

سعد اللہ پور کا ایک اور واقعہ

مذکورہ بالا واقعہ کے کافی عرصہ بعد جب میں تبلیغی اغراض کے ماتحت بعض مقامات کے دورہ پر تھا تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مجھے حکم پہنچا۔ کہ موضع سعد اللہ پور میں مسماۃ اللہ جوائی مستری جمال دین لوہار کی لڑکی ہے۔ جس کا نکاح اس کے ماموں امام الدین صاحب کے لڑکے کے ساتھ کئی سال پیشتر ہوا تھا۔ بوجہ بے اتفاقی اور ناچاقی کے وہ لڑکی اب طلاق چاہتی ہے اور آج کل قادیان میں مقیم ہے۔ اس کی طلاق کے لئے کوشش کی جائے تاکہ تنازعہ ختم ہو۔

خاکسار بغرض تعمیل ارشاد سعد اللہ پور پہنچا اور وہاں کے معزز احمدیوں کو حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد سے اطلاع دیکر ان سے تعاون چاہا۔ چنانچہ وہ میاں امام دین صاحب سے ملے۔ اور ان کو سمجھایا۔ لیکن میاں امام دین صاحب کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے اسکے بعد میں خود بعض احباب کی معیت میں امام دین صاحب کے پاس گیا۔ اور ان کو تفصیلاً سمجھایا کہ جب لڑکی کا لڑکے کے پاس رہنا اور بسنا محال ہے تو طلاق دے کر تنازعہ کی صورت ختم کی جائے۔ اس پر میاں امام دین صاحب نے کہا کہ ایک دفعہ بھی اور ہزار دفعہ بھی میرا یہی جواب ہے کہ طلاق قطعاً اور کسی صورت میں بھی نہیں دی جائے گی میں نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی اور حضرت اقدس ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل سے روگردانی کے برے نتائج سے آگاہ کیا اور صاف الفاظ میں کہدیا کہ اگر آپ کو اپنی ضد اور نافرمانی کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

نافرمانی کی پاداش

چنانچہ میں وہاں سے رخصت ہو کر قصبہ شادیوال کے جلسہ میں شمولیت کے لئے روانہ ہوا۔ جب ہم سعد اللہ پور سے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر موضع جسوکے اور ستدوکے کے قریب پہنچے تو ہمیں پیچھے سے کسی کی چیخوں کی آواز سنائی دی اور یہ الفاظ کان میں پڑے "میں جل گیا۔ میں دوزخ کی آگ میں جل گیا مجھے اللہ کیلئے معاف کردو

مجھے دوزخ کی آگ سے نجات دلاؤ۔" یہ چیخ و پکار کرنے والا شخص جب زیادہ قریب ہوا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ میاں امام دین صاحب سعد اللہ پور والے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اپنی پگڑی اتار کر میرے پاؤں پر پھینکی اور بے تحاشا روتے چلاتے اور آہ و زاری کرتے چلے گئے۔ اس وقت ہم پانچ افراد تھے جو شادیوال جلسہ پر جا رہے تھے۔

میں نے پوچھا آپ کو کیا ہوا تو انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ میری توبہ! میری توبہ! آپ ابھی مجھ سے طلاق نامہ لکھوا لیں میں دوزخ میں ہوں دوزخ کی آگ میں جل رہا ہوں۔ مجھے اس سے نکالیں میں نے حضرت اقدس کے ارشاد کی نافرمانی کرکے اپنے آپ کو دوزخ میں گرا لیا ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا کہ آخر بات کیا ہوئی۔ تو انہوں نے روتے ہوئے بتایا جب آپ مجھ گنہگار اور نافرمان کو چھوڑ گئے تو اچانک میں نے دیکھا کہ مجھے کسی ہیبتناک چیز نے پکڑ لیا ہے اور جہنم کی آگ میں پھینک دیا ہے اب میں جدھر بھی دیکھتا ہوں دوزخ کی مشتعل آگ چاروں طرف نظر آتی ہے۔ اس لئے میں گھبرا کر آپ کے پیچھے بھاگا ہوں اب آپ اللہ کے لئے مجھ پر رحم فرمائیں اور طلاق نامہ لکھالیں۔ تاکہ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ کا منشاء جو تنازعہ کو دور کرنے اور سلسلہ کے وقار کو قائم کرنے کے لئے ہے پورا ہو۔

تعمیل ارشاد

چنانچہ وہ شادیوال تک ہمارے ساتھ آئے اور وہاں باقاعدہ طلاق نامہ لکھ لیا گیا۔ میں نے ان کو تسلی دی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے گناہوں کی میل کو دھو دیا ہے اور توبہ کی توفیق دی ہے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جب میں چیخیں مارتا ہوا آپ کے پیچھے سعد اللہ پور سے بھاگا۔ تو بعض غیر احمدیوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر کہا کہ اس نے طلاق دینے سے انکار کیا تھا اس لئے مرزائی مولوی نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارا جادو کچھ نہیں یہ تو اللہ تعالےٰ کی نصرت اور تائید ہے جو وہ اپنے پاک نائب اور خلیفہ کے لئے ظاہر کرتا ہے اور یہ خدا تعالےٰ کی غیرت ہے جو وہ اپنے مقدسوں کے لئے ہمیشہ ظاہر فرماتا ہے۔ اور اس قادر مطلق خدا کا معاملہ ان تنصروا اللہ ینصرکم کے دستور کے مطابق انصار دین الٰہی کے ساتھ ہمیشہ مخصوص ہوتا ہے۔

کلام قدسی

مندرجہ ذیل خاص منظوم کلام حیات قدسی کی تالیف کے موقعہ پر لکھا گیا۔

:- یادرفتگان بحالت مہجوری :-

۱ یاد ایامے کہ ما خوش روزگارے یافتیم
با مسیحِ وقت و اصحابش وقارے یافتیم

۲ روز و شب با مہر و مہ بودیم در نور و ضیاء
گہ بفیضِ ضوفشاں گہ نور بارے یافتیم

۳ شکر للہ صحبتِ گلہا پس از دورِ خزاں
چوں عنادل در چمن وقتِ بہارے یافتیم

۴ از حدیثِ فیضِ پاکاں تحفہ بہرِ دوستاں
پیش کردیم آنچہ خود از یادگارے یافتیم

۵ رونقے در محفلِ عشاق از یارِ حبیب
گفتگوئے عشق از بزمِ نگارے یافتیم

۶ ایں گلِ تازہ ثمر از روضۂ احمدؐ نبی
شکرِ حق ایں نعمت از پروردگارے یافتیم

۷ دوستاں گویند بعد از رحلتِ قدسیؔ فقیر
ایں نشانِ قافلہ رفتہ زیارے یافتیم

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی شاگردی میں

اس عاجز حقیر کے لئے قابل فخر اور مایۂ ناز وہ علوم ہیں جو قرآن کریم اور احادیث نبوی کے علاوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے مقدس خلفاء کی

تصانیف مبارکہ اور کلمات طیبہ سے مجھ کو حاصل ہوئے۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ مجھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے سامنے خاص طور پر زانوئے تلمذ طے کرنے کا بھی موقعہ ملا سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ میں جب کبھی میں قادیان میں آتا تو حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ مجھے فرماتے کہ "آپ چونکہ ذہین ہیں اس لئے ضرور مجھ سے طب پڑھ لیں میں آپ کو تھوڑے ہی عرصہ میں علم طب پڑھا دوں گا"۔ مجھے ان دنوں طب سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ تصوف اور قرآن کریم سے روحانی نکات کے حصول کے متعلق استغراق تھا۔ اس لئے حضور کی فرمائش کو پورا کرنے کیلئے گریز ہی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب ۱۹۰۵ء میں زلزلہ کے ایام میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مع اہل بیت اور صحابہ کرام باغ بہشتی مقبرہ میں فروکش ہوئے تو ان دنوں مجھے بھی چھ ماہ سے زائد عرصہ قادیان میں حضور اقدس کے قدموں میں گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خود ہی کتب طب میرے لئے مہیا فرمائیں اور اپنے پاس بٹھا کر طب کا سبق دینا شروع فرمایا۔ طب احسانی کے ختم کرنے کے بعد میزان الطب پڑھائی اور طب کے نظری اور عملی حصہ سے اور ضروری قواعد و ضوابط سے مجھے آگاہ فرمایا۔ آپ کی بار بار کی توجہ نے میری کایا پلٹ دی اور مجھے طب کا بے حد شوق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر طب کی بڑی بڑی کتب مطالعہ کیں۔ قانون شیخ، موجز اور اس کی شروح۔ اور کفایہ "منصوری" طب اکبر قانون علاج تالیف سراج، مخزن الحکمت مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی۔ اور مختلف قرابادینیں وغیرہ

مجھے زیادہ دلچسپی خواص الادویہ، اور خواص مفردات سے رہی ہے۔ چنانچہ میں نے مخزن الادویہ، محیط اعظم، خزائن الادویہ اور خواص الادویہ کو دلچسپی سے پڑھا۔ اور علم کیمیا کے متعلق کتب علامہ جلدکی اور ابن حیان اور تکلو شاہ بابلی اور مخزن الاکسیر ہر شش حصے۔ حکیم پاٹیٹی کے نیر المفتاح والمصباح، ہفت کنوز، الدر الیتیمہ فی الصنعۃ الکریمہ، رموز الاطباء، ذخیرۃ الاطباء، اکسیر اعظم الدرۃ البیضاء فی صنعۃ الاکسیر والکیمیا، البدر المنیر فی علم الاکسیر مجمع البحرین نزہتہ الاکسیر، نور العیون وغیرہ مطالعہ کیں۔

اسی طرح علم جفر کی بہت سی کتب کا بھی مطالعہ کیا مثلاً مفتاح الجفر اردو، الکوکب الدری عربی۔ مفتاح الاستخراج فارسی ——— دائرۃ البروج۔ علم فلکیات میں انوار النجوم اور نیر اعظم

علم نجوم میں سراج الرمل، صادق الرمل، انوار الرمل علم رمل میں جواہر خمسہ عملیات میں اسی طرح حدائق العلوم یعنے ستینی مصنفہ امام رازی جامع العلوم مصنفہ شیخ بوعلی سینا بھی پڑھی اور اسی طرح کتب تفاسیر، علم احادیث، علم فقہ، علم تصوف ہزار ہا کی تعداد میں مطالعہ کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی۔ میں نے باقاعدہ درسگاہوں سے کم استفادہ کیا ہے۔ لیکن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء عظام کی توجہ و برکت سے میرے اندر علوم کے حاصل کرنے کے لئے ایک خاص دلچسپی اور شوق پیدا ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

علم کی قدر و منزلت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حلقہ احباب کے اندر مسجد مبارک میں اپنے کلمات طیبات بیان فرما رہے تھے اسی دوران میں آپ نے ذکر فرمایا کہ میں گھر کے صحن میں ٹہل رہا تھا کہ میری لڑکی مبارکہ (حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اطال اللہ بقاءھا) جو پانچ چھ سال کی ہے اس کے منہ سے ایک ایسی پر حکمت بات نکلی کہ میں نے اسی وقت اپنی نوٹ بک میں درج کر لی اسی طرح حضور اقدس علیہ السلام نے اپنے رسالہ ضرورۃ الامام میں فرمایا کہ ہم تو علم و معرفت کے متعلق اپنے اندر اتنی پیاس محسوس کرتے ہیں کہ ایک سمندر علم و معرفت کا پی کر بھی سیراب ہونے والے نہیں اور حضور نے فرمایا کہ بعض دفعہ بظاہر معمولی سی باتوں کے اندر بھی عظیم الشان حقایق پوشیدہ ہوتے ہیں آپ نے اپنی کتاب حجتہ اللہ میں کیا ہی خوب فرمایا ہے

وانی سقیت الماء ماء المعارف ۔ واعطیت حکما عافھا قلب احمق

تصوف کا ایک نکتہ

مجھے دورہ تبلیغ پر ہندوستان کے تمام علاقوں اور تقریباً اکثر شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے سرگودھا شہر میں بھی میں بارہا گیا۔ وہاں کے امیر حضرت حافظ مولوی عبدالعلی صاحب بی۔ اے ایل ایل بی پلیڈر برادر حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ تھے۔ سرگودھا میں علاوہ درس و تدریس کے حضرت حافظ صاحب سے علمی و روحانی مذاکرہ اور

مجالست کا بھی موقعہ ملتا حافظ صاحب اکثر یہ فرماتے کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت یا کلام سنائیں جس سے روحانیت اور قرب الٰہی میسر آئے اور وہ بات مختصر اور مطالب خیز ہو۔

حافظ صاحب کی اس فرمائش پر میں نے ان کی خدمت میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا یہ شعر پیش کیا کہ ؎

حریصِ عزّت و عجزم ازاں روزے کہ دانستم
کہ جا در خاطرش باشد دلے مجروح عزّت را

یعنی میں اسی روز سے عزت اور عجز کا حریص رہتا ہوں جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ اس جانِ جہاں اور محبوب ازل کے دل میں ایسے ہی دردمند عاشق کے لئے جگہ ہے۔ جس کا دل عزت دیکھنی سے مجروح ہو چکا ہو"

حافظ صاحب اس شعر کو سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور جب کبھی بھی اس کے بعد میری ساتھ ان کی ملاقات ہوتی تو اس شعر کا اور اس کے مطالب کا ضرور شوق کے ساتھ ذکر فرماتے اور اس کو بار بار پڑھتے اور روحانیت کے حصول کے لئے بہت ہی مفید نسخہ قرار دیتے اور اکثر فرماتے کہ یہ شعر تصوف کی جان ہے۔

ایک علمی لطیفہ

جن دنوں زلزلہ بہار کا تباہی انگن حادثہ وقوع میں آیا اور اس کی تفصیلات اخباروں میں شائع ہو کر لوگوں کی توجہ کو کھینچنے کا باعث بنیں میرے پاس بھی ایک دو اخبار جنہیں زلزلہ کی ہولناک تباہی کی تفصیل درج تھی موجود تھے اتفاق سے ایک معزز غیر احمدی دوست میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں اتنی علمی قابلیت ضرور رکھتا ہوں کہ کلام کے حسن و قبح کو بخوبی پرکھ سکتا ہوں جب انہوں نے یہ بات منہ سے نکالی تو میں فوراً بھانپ گیا کہ یہ صاحب چونکہ ہمارے سلسلہ پر نکتہ چینی کی عادت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس تمہید کے بعد ضرور کوئی اعتراض کریں گے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ میں مانتا ہوں کہ آپ مادّی عقل و سمجھ کے کلام کو پرکھنے کا ملکہ ضرور رکھتے ہیں۔ وہ فوراً بولے کہ آپ نے یہ قید کیوں لگائی ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ فوق کل ذی علم علیم اب جس علیم اور خالق ہستی کا علم آپ سے زیادہ ہو گا

اور اس کا کلام آپ کی قابلیت اور فہم سے بالاتر ہوگا۔ اس کے متعلق آپ کی نکتہ چینی آپ کی غلط فہمی اور قصور فہم کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم آپ اس وقت کسی کلام کے حسن و قبح کے متعلق اگر کچھ فرمانا چاہیں تو شوق سے فرمائیں۔

اعتراض اس پر وہ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ جناب مرزا صاحب نے ایک اشتہار النداء من وحی السماء لکھ کر شائع کیا تھا میں نے کہا ہاں پھر فرمانے لگے کہ اس میں ایک شعر یہ بھی لکھا ہے ؎

زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

اور یہ شعر اپنے مضمون کے اعتبار سے کسی ربط اور ترتیب کا حامل نہیں۔ پہلے مصرعہ میں تو خیر زلزلہ کی کیفیت بیان کی گئی ہے اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن دوسرے مصرعہ کو جس میں سیلاب کا ذکر ہے۔ پہلے مضمون سے کوئی بھی ربط اور تعلق نہیں اور ایسا بے ربط کلام ایک ایسے شخص کے قلم سے جو "سلطان القلم" ہونے کا مدعی ہو نہیں نکلنا چاہئے۔

جواب میں نے جواباً عرض کیا کہ یہ کلام شاعرانہ تک بندی نہیں بلکہ جیسا کہ اشتہار کے عنوان سے ظاہر ہے خدا تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ اور واقعات اور حقائق کے مطابق ہے ان دونوں مصرعوں میں زلزلہ کے دو قسم کے اثرات اور نتائج ظاہر کئے گئے ہیں یعنی ایک زمین کا زیر و زبر ہونا اور دوسرے سیلاب کا آنا پھر میں نے ایک اخبار جس میں صوبہ بہار کے علاقہ مونگھیر کے زلزلہ کی تفصیلات درج تھیں کھول کر معترض صاحب کے سامنے رکھا اور کہا کہ اس میں درج شدہ تفصیل کو پڑھیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کے عین مطابق یہ زلزلہ بھی وقوع میں آیا ہے۔ یعنی ایک طرف تو زلزلہ کی جنبش سے زمین تہ و بالا ہو گئی اور ساتھ ہی زمین کے شق ہونے سے اندر سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ پڑا اور ایک وسیع علاقہ میں سیلاب آگیا۔ بلکہ یہاں تک ہوا کہ بعض حصوں میں دریائے گنگا کا پانی الٹا بہنا شروع ہو گیا۔

جب معترض صاحب نے زلزلہ کی شائع شدہ تفصیلات پڑھیں اور ادھر شعر کا

مضمون دیکھا تو دم بخود ہو کر خاموش ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

حیدر آباد دکن میں احمدیت کی اعجازی برکت کا نشان

۱۹۳۵ء میں خاکسار مرکز کی ہدایت کے ماتحت گیارہ ماہ تک حیدر آباد دکن میں مقیم رہا اس دوران میں ایک دفعہ جناب محترم نواب اکبر یار جنگ بہادر نے اطلاع دی کہ ان کی ہائیکورٹ کی ججی کی ملازمت ختم ہونے پر مزید ایک سال کی توسیع ان کو مل چکی ہے یہ توسیع بھی اب ختم ہونے کو ہے مزید توسیع کے لئے انہوں نے نظام صاحب حیدر آباد کے پاس درخواست دی ہوئی ہے۔ لیکن بہت سے امیدوار جو اس عہدے پر فائز ہونے کے متمنی ہیں اس کوشش میں ہیں کہ مزید توسیع نہ ملے اور بڑے بڑے ارکان حکومت جن میں بعض وزرا بھی شامل ہیں ان کو توسیع دیئے جانے کے خلاف ہیں۔ نیز سجادہ نشین اور علماء بھی بوجہ ان کے احمدی ہونے کے سخت مخالف ہیں اور حضور نظام پر ہر طرح سے زور ڈالا جا رہا ہے۔

میں نے جب نواب صاحب سے یہ بات سنی تو بوجہ غیرت احمدیت اور احساس عزت سلسلہ حقہ میرا قلب جوش سے بھر گیا اور میں نے تخلیہ میں سربسجود ہو کر دیر تک نہایت تضرع اور خشوع وخضوع سے اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کی جس پر میں نے کشفاً دیکھا کہ ایک دروازہ دو قفلوں سے بند ہے۔ میں نے قوت ارادی اور توجہ سے دل میں یہ یقین کرتے ہوئے کہ میرے ہاتھ لگانے سے ہی بفضلہ تعالےٰ یہ دونوں قفل کھل جائیں گے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ میرا ہاتھ مس ہوتے ہی چشم زدن میں دونوں قفل کھل گئے۔ مجھے اس کشف کی یہ تفہیم ہوئی کہ دو سال کی مزید توسیع نواب صاحب کو مل جائے گی میں نے اس کشف اور تفہیم کا ذکر اسی وقت حضرت حافظ ملک محمدؐ صاحب برادر کلاں جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور عزیزم میاں محمدؐ لقمان صاحب جالندھری سے بھی کر دیا۔

جناب نواب صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ موجودہ مخالفانہ حالات میں تو ایک سال کی توسیع بھی محال نظر آتی ہے۔ چہ جائیکہ دو سال کی مزید توسیع ملے۔ جب درخواست کے فیصلہ صادر ہونے میں صرف آٹھ دن باقی رہ گئے تو نواب صاحب نے ذکر فرمایا کہ آج

مجھے شہر سے بہت ہی مایوس کن رپورٹیں ملی ہیں اور سب لوگ میری مخالفت میں سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں تب میں نے احمدیت کی عزت اور غیرت کی خاطر جوش سے پھر کر پھر دعا کی تو مجھے بتایا گیا کہ جو اطلاع اس سے پہلے کشف کے ذریعہ دی گئی ہے وہ درست ہے اور نواب صاحب کو محض احمدیت کی عزت کی وجہ سے کامیابی ہوگی۔ اور دو سال کی توسیع مل جائے گی چنانچہ میں نے نواب صاحب کو دوسرے احباب کی موجودگی میں یہ تسلی بخش اطلاع دی تب انہوں نے پھر مخالفانہ حالات کا ذکر کیا اور حالات کے پیش نظر مایوسی کا اظہار کیا۔ میں نے نواب صاحب کو یقین دلایا کہ حالات خواہ کس قدر مایوس کن ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اطلاع ملی ہے وہ سچی ہے اگر آپ مزید تسلی چاہیں تو میں یہ بشارت لکھ کر بھی آپ کو دے سکتا ہوں۔ اس پر نواب صاحب نے فرمایا لکھنے کی ضرورت نہیں آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں مجھے آپ کی زبانی بات پر بھی یقین ہے۔ چنانچہ نواب صاحب نے اس بشارت کا ذکر اپنے گھر میں جا کر بھی کیا۔

جب حکم سنانے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تو میں نواب صاحب کی کوٹھی سے جو شہر سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھی شہر میں احمدیہ جوبلی ہال میں چلا گیا وہاں پر بھی دو دن میں نے تخلیہ میں بہت الحاح و تضرع سے دعا کی۔ جس دن حکم سنانے کا دن تھا اس کی صبح کی نماز کی جب میں سنتیں پڑھ رہا تھا تو میں نے سجدہ کی حالت میں ایک کشفی نظارہ دیکھا کہ نظام میر عثمان علی خاں بالقابہ کرسی پر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے میز رکھی ہوئی ہے۔ جس پر ایک کاغذ پڑا ہے۔ اور وہ اس پر کچھ لکھنے لگے ہیں میری نظر بھی کاغذ پر پڑ رہی ہے جو کچھ انہوں نے کاغذ پر لکھا یہ تھا "نواب اکبر یار جنگ کو دو سال کی توسیع دی جاتی ہے"۔ اس کے بعد کشفی حالت جاتی رہی نماز کے بعد میں نے اس کشف کا ذکر احباب کے سامنے جو دس گیارہ کے قریب تھے کر دیا۔

اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد جناب نواب صاحب بھی تشریف لے آئے تو جملہ احباب نے جو جوبلی ہال میں موجود تھے نواب صاحب سے میرے کشف کا ذکر کر کے مبارک باد دی نواب صاحب نے تعجب کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ رات کو جو تازہ اطلاعات انکو ملی تھیں وہ بہت ہی مایوس کن تھیں اور سوائے میری خوش خبری کے جو من جانب اللہ تھی اور کوئی بات بھی حق میں نظر نہ آتی تھی نواب صاحب نے حضور نظام کے پاس جانے کے لئے تیار ہو کر آئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں

ایک خوبصورت جلد والی کتاب جو ریشمی غلاف میں لپٹی ہوئی تھی پکڑی ہوئی تھی یہ سیدنا حضرت اقدس ؑ کی کتاب درثمین فارسی تھی جو وہ نظام حیدرآباد کو بطور تحفہ پیش کرنے کے لئے لائے تھے۔ جب نواب صاحب نظام کے حضور حکم سننے کے لئے پہونچے تو اتفاق سے وہ بہت خشمگیں تھے اور کسی درباری خادم پر کوچہ غلطی سے خفا ہو رہے تھے حضور نظام کو اس حالت میں دیکھ کر نواب صاحب کو اور بھی فکر پیدا ہوئی۔

جب نواب صاحب نظام صاحب کے حضور پہنچے اور اپنی توسیع کے بارہ میں حکم صادر فرمانے کے لئے عرض کیا تو نظام حیدرآباد نے قلم دوات اور کاغذ لے کر میز پر رکھا اور نواب صاحب کے لئے مزید دو سال کے لئے توسیع کا حکم صادر کر دیا اور حکم نامہ نواب صاحب کے ہاتھ میں دیکر دو چار منٹ میں نواب صاحب کو رخصت کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

واپسی پر نواب صاحب محترم سیدھے احمدیہ جوبلی ہال میں آئے اور آب دیدہ ہو کر دیر تک میرے ہاتھ کو بوسہ دیتے رہے اور فرمایا کہ میں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت تو نہیں کی لیکن حضور کی برکت سے آپ کے ایک صحابی کے ذریعے سے ہمارے لئے ایک عظیم الشان معجزہ ظاہر ہوا اور ہمارے لئے ایمان کی زیادتی کا باعث بنا نواب صاحب محترم کی بیگم صاحبہ اس وقت تک احمدی نہ تھیں ان پر بھی اس نشان صداقت کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی خدا کے فضل سے اس کے بعد احمدی ہو گئیں ۔ والحمد للہ علیٰ ذالک والشکر للہ خیر الناصرین والصلوٰۃ والسلام علیٰ مسیح محمد ومطاعہ وآلہ واھلبیتہ اجمعین

نذرانہ

حیدرآباد کے قیام کے دوران میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ نظام حیدرآباد کی طرف سے یہ دستور مقرر ہے کہ .... انکے پاس بطور عقیدت یا محبت یا آداب کے چاندی کا روپیہ پیش کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا .... صرف سونے کی اشرفی یا سونے کا پونڈ ہی قبولیت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ میں نے جب یہ بات سنی تو مجھے حضرت رب العزت احکم الحاکمین سلطان السلاطین صاحب جلال وجبروت خدا کی عظمت کا خیال آیا کہ وہ قدوس ہستی اپنے عباد سے ایک حقیر سے حقیر دانہ بھی قبول فرماتی ہے اور مثقال ذرۃ کو بھی رد نہیں کرتی بلکہ اس کو بڑھا چڑھا کر انعام

بھی اپنی بخشش سے عطا کرتی ہے یہی حال اللہ جل شانہٗ کے نائبین اور پاک بندوں کا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میری طرف سے چند پیسوں کے تاشوں کو پیش کرنے اور حضور اقدس کے ان کو بخوشی قبول فرمانے کا واقعہ حیات قدسی کی پہلی جلدوں میں لکھ چکا ہوں ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا ۔۔۔ ایک واقعہ بھی درج کیا جاتا ہے

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا ایک دھیلہ کو قبول کرنا!

حضرت مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وارضاہ فی الجنۃ الرفیعہ بالدرجات العلیا ، ہندوستان کے اطباء کے نزدیک رئیس الاطباء اور افسر الاطباء کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔

آپ ایک دن بزم خلافت میں رونق افروز تھے۔ اس میں آپ نے اپنے سوانح حیات میں سے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ خاکسار بھی اس مجلس میں موجود تھا آپ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ایک بوڑھی غریب عورت جس کا اکیلا لڑکا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ میں نے اس کا علاج کیا۔ خدا کے فضل سے اسے صحت ہو گئی اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ وہ بڑھیا میرے پاس آئی اور میرے سامنے ایک دھیلہ (نصف پیسہ) رکھ کر کہنے لگی کہ جناب! میں بہت غریب ہوں اور بیوہ ہوں محنت مزدوری کر کے گزارہ کرتی ہوں۔ میرے پاس اور تو کچھ نہیں۔ صرف ایک دھیلہ ہے۔ جو میں بطور نذرانہ شکر کے پیش کرنا چاہتی ہوں۔ اگرچہ آپ کے مقام اور شان کے اعتبار سے یہ باعث شرم و ندامت ہے لیکن میں یہی پیش کر سکتی ہوں آپ اس کو ضرور قبول فرمائیں اور رد نہ کریں۔

حضور نے فرمایا کہ میں نے فوراً بخوشی اس دھیلہ کو قبول کر لیا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت کو پیش نظر رکھا کہ طبیب کو چاہئے اگر کوئی شخص کچھ بھی دے تو دے تو رد نہ کرے۔ میں دھیلہ کو ہاتھ میں لے کر دل میں سوچنے لگا کہ اگر یہ دھیلہ اللہ کی راہ میں دیدوں تو حسب آیت کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ مجھے سات سو تک دھیلے مل سکتے ہیں اور اگر ان سات سو دھیلوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیدوں تو ہر ایک دھیلہ کے عوض سات سات سو دھیلے اور مل سکیں گے۔ اسی طرح میں نے دھیلہ کو پھیلاتے ہوئے ہزاروں روپیہ کی تعداد تک حساب کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ایک دھیلہ کو بھی بہت بڑی برکت دے سکتا ہے۔"

متواضع شخص کا مقام بلند یہ ہے شان اللہ والوں کی۔ حدیث شریف میں آتا ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ یعنے جب کوئی بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان تک بلندی عطا فرماتا ہے تواضع کے معنے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس سے اس کے غریب سے غریب بندوں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آنا اور خاکساری اور منکسر المزاجی کی عادت کو اختیار کرنا ہے۔

کلام قدسی

۱ من ذرہ ام کہ از خورِ تاباں درخشِ من
وایں نکہت و شمیم زگلہائے آں چمن

۲ ایں غنچہ ام شگفتہ زفیض نسیم اوست
ایں بسطت علوم زلطفِ عمیم اوست

۳ زاں بحر علم موج بہ نطق تجسّرم
از فیض و فضل محسنے خود در تحیّرم

۴ آں جانِ جاں کہ ہستی من از عدم بساخت
در حیرتم کہ چوں منے معدوم را نواخت

عصائے موسیٰ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وارضاہ کے عہد سعادت میں خاکسار ایک تبلیغی وفد میں، بمعیت حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بنارس وغیرہ مقامات میں گیا جب وہاں سے ہماری واپسی ہونے لگی تو کسی دوست نے ایک نہایت خوب صورت عصا مجھے تحفۃً دیا۔ جب ہم قادیان پہنچے تو حضرت کے حضور حاضر ہوئے اس وقت وہ عصا بھی میرے پاس تھا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ الاول رضی اللہ عنہ نے وہ عصا اپنے ہاتھ میں پکڑ فرمایا کہ یہ عصا

آپ کا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ کا ہی ہے حضور نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا یہ عصا آپ کا ہے؟ پھر میں نے عرض کیا کہ یہ حضور کا ہی ہے کچھ دیر بعد حضور نے تیسری بار فرمایا کہ کیا یہ عصا آپ کا ہے؟ میں نے جواباً پھر پہلے فقرات کو دہرا دیا اور اس خیال سے کہ حضور کو یہ عصا پسند آیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ خاکسار کی یہ خوش بختی ہوگی اگر حضور اس کو قبول فرما کر اپنے استعمال میں لائیں۔

حضور نے ازراہ نوازش اس کو قبول فرمایا اور ان الفاظ میں خاکسار کو دعا دی کہ "اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے عوض میں موسیٰ کا عصا عطا فرمائے"۔ چنانچہ ان دعائیہ الفاظ کی برکات و فیوض کو میں نے مختلف مواقع اور مواطن میں مشاہدہ کیا۔

مباحثہ مونگھیر (بہار)

اللہ تعالیٰ کا اپنے پیاروں اور مقدس نائبین کے ساتھ جو گہرا تعلق ہوتا ہے وہ وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی معجزانہ قدرت اور اس کے خارق عادت نشانوں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے خدا تعالیٰ کے انبیاء اور ان کے خلفاء راشدین کی نرالی شان اور بابرکت تعلق کا اندازہ کرنا ایک عام آدمی کے لئے بہت مشکل ہے ان اسرار کو جو خدا تعالیٰ کو ان کے ساتھ اور ان کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں وہی جانتے ہیں یا خاص مقربین کو ان اسرار کی کسی قدر جھلک نظر آجاتی ہے

حضرت خلیفہ اولؓ کی عظیم الشان کرامت

۱۹۱۲ء میں خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے آگرہ گیا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وارضاہ کی طرف سے خواجہ صاحب کے نام تار پہنچا کہ خاکسار کو فوری طور پر وہ دہلی پہنچا دیں۔ تاکہ وہاں سے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کی معیت میں مونگھیر (صوبہ بہار) کے مناظرہ میں شرکت کر سکوں اس مناظرہ کیلئے مرکز سے حضرت علامہ مولوی سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ سیدھے مونگھیر روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ خاکسار حضرت میر صاحبؓ کی معیت میں مونگھیر پہنچا۔

دہلی میں حضرت میر صاحبؓ نے حضرت کا خط دکھایا جس میں ارشاد تھا کہ دعا اور استغفار کثرت کے ساتھ کرتے جانا۔ چنانچہ خاکسار سفر کے دوران میں دعاؤں اور استغفار میں مشغول رہا۔

ابھی ہم دونوں سفر میں مونگھیر سے کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ یکدم سفید ہوگیا ہے اور میں ایک محل پر چڑھ رہا ہوں پھر وہ حالت بدل گئی۔ مونگھیر شہر اسٹیشن پر احباب پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے اطراف وجوانب سے تقریباً ڈیڑھ سو غیر احمدی علماء جمع ہیں۔

شرائط مناظرہ

جب شرائط مناظرہ طے ہونے لگیں تو غیر احمدی علماء نے محض ضد اور شرارت سے طبعی ترتیب کو چھوڑ کر اس بات پر زور دیا کہ احمدی مناظر پہلے عربی میں وفات مسیح کے دلائل پر پرچہ لکھے اور پھر اس عربی پرچہ کو مع اردو ترجمہ اور تشریح کے حاضرین کو سنائے اس کے بعد غیر احمدی مناظر اپنا جوابی پرچہ لکھ کر سنائے ان کے شدید اصرار پر آخر ہماری طرف سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ نے اپنی بات پر بہر حال اصرار ہی کرنا ہے اور طبعی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھنا تو کم از کم یہ کیا جائے کہ دونوں مناظر بیک وقت عربی میں اپنا اپنا پرچہ لکھیں اور مکمل کرنے پر ایک دوسرے کو تردید کے لئے دیدیں لیکن علمائے مخالفین نے حد درجہ کی ضد دکھائی اور اس کو بھی قبول نہ کیا اور اسی بات پر اصرار کیا کہ پہلے احمدی مناظر عربی میں پرچہ لکھے اور کہا کہ اگر احمدی علماء اس شرط کو نہ مانیں گے تو تمام شہر میں منادی کرادی جائے گی کہ احمدی لوگ فرار کر گئے

ان علماء کی اس بددیانتی اور صریح ضد سے ہمیں بہت ہی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان حالات میں کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ بعد مشورہ یہ طے ہوا کہ ہمیں یہ شرائط جو علماء مخالفین نے صحیح اصولوں کے خلاف محض بددیانتی سے پیش کی ہیں مان لینی چاہئیں۔ تاکہ ان کو جھوٹے طور پر بھی اپنی فتح کا نقارہ بجانے کا موقعہ نہ مل سکے مناظرہ کی صورت میں کم از کم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور آپ کے دعوے اور اس کے دلائل کے پیش کرنے کا کچھ موقعہ تو میسر آجائے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے شرائط کے ہوتے ہوئے بھی اعلاء کلمۃ اللہ کی توفیق عطا فرمادے۔

احمدی مناظر کا تقرر

اب یہ سوال تھا کہ اگر عربی میں پرچہ لکھنا پڑے تو احمدیوں کی طرف سے کون مناظر پیش ہو۔ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے بوجہ آنکھوں کی معذوری کے فرمایا کہ میں تو تحریری کام نہیں کر سکتا۔ حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے فرمایا کہ

میں نو اردو خواں ہوں یا زیادہ سے زیادہ فارسی خواں منشی ہوں۔ میں عربی میں مناظرہ کرنے سے معذور ہوں۔ اس پر حضرت علامہ مولوی سرور شاہ صاحبؓ فرمانے لگے کہ بے شک میں عربی کا عالم ہوں لیکن مجھے اس طرح عربی میں مضامین لکھنے اور مناظرہ کرنے کی مشق اور مزاولت نہیں لہٰذا مجھے بھی معذور سمجھا جائے۔ آخر "قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند" کے مقولے کے مطابق قرعہ فال مجھ پر پڑا۔ اگرچہ اس خاکسار کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کو بار بار پڑھنے سے انہی برکت سے عربی میں کچھ لکھنے کی مشق ہو گئی تھی اور میں علماء مخالفین کو عربی میں تبلیغی خطوط بھی لکھتا رہتا تھا۔ لیکن عربی میں باقاعدہ مناظرہ کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ تاہم اپنے احباب کی تحریک پر میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

جب ہم وقت مقررہ پر میدان مناظرہ میں پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مخلوق کا ایک ازدحام پنڈال میں جمع ہے بعض کے اندازہ میں یہ مجمع ۱۵ ہزار کے قریب تھا اور بعض کے اندازہ میں اس سے بھی زیادہ تھا۔ انتظام کے لئے پولیس کے اعلیٰ افسران تک موجود تھے۔ مناظرہ کی کارروائی کے لئے پانچ صدر مقرر کئے گئے دو احمدیوں کی طرف سے اور دو غیر احمدیوں کی طرف سے اور پانچواں صدر ایک معزز ہندو تھا۔ جو شہر کا رئیس اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔

وقت مقررہ پر صدر اعظم نے مجھے پرچہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے قلم دوات لیکر پرچہ عربی میں لکھنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے وفات مسیح کی چار پانچ آیتوں کے ساتھ ساتھ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بھی لکھ دیئے۔ پھر عربی عبارت کا اردو ترجمہ اور مفہوم بھی تحریر کیا۔ وقت ختم ہونے پر خاکسار پرچہ کو سنانے کے لئے اٹھا۔ کھڑے ہوتے وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز آسمان سے اتری ہے اور میرے وجود اور قویٰ اور حواس پر مسلط ہو گئی ہے۔ وہ روح القدس کی روحانی تجلی کا نزول تھا۔

میری آواز زیادہ بلند نہ تھی اور نہ ہی میں خوش الحان تھا۔ لیکن اس وقت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی دعاؤں سے مجھے آسمانی تائید حاصل ہو گئی۔ میری آواز اس قدر بلند ہوئی کہ سارے مجمع میں آسانی سے سنائی دینے لگی اور مجھے خوش الحانی بھی عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی آواز سے خود لذت آئی

سرور محسوس ہونے لگا اور مکرم حضرت خلیل احمد صاحب نے جب اس مناظرہ کی روئداد شائع کی تو میری آواز کو لحن داؤدی کے نام سے ذکر کیا۔

علمائے مخالفین کی ناپسندیدہ حرکات

چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگوں پر میرے پرچہ اور اس کے مفہوم اور تشریح کا بہت اثر ہوا۔ میں نے ابھی پرچہ کا آٹھواں حصہ ہی پڑھا ہوگا کہ علماء مخالفین نے فتنہ انگیزی شروع کر دی اور شور مچانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ اپنا اثر ڈال رہا ہے اس کو صرف پرچہ پڑھکر اس کو ختم کرنا چاہئے۔ ان کی ان بیجا حرکات کو دیکھ کر صدر اعظم نے ان کو تقریر کے دوران میں بولنے اور شور دغل ڈالنے سے منع کیا اور مجھے اپنے بیان کو جاری رکھنے کے لئے کہا۔ لیکن جب میں کچھ حصہ اور پڑھ چکا تو پھر ان دو غیر احمدی صدروں نے شور ڈالنا شروع کر دیا اسی طرح دو تین بار میری تقریر کے دوران میں غیر احمدیوں نے بیجا شور دغل مچایا! تب صدر اعظم نے بہت ہی رنجیدہ ہو کر کہا کہ اگر غیر احمدی علماء اپنے اس بے جا طریق سے باز نہ آئے تو وہ مناظرہ ختم کر دیں گے اور اپنی صدارت سے مستعفی ہو جائیں گے۔ اسی دوران میں احمدی صدر حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے بھی نہایت قابلیت سے نظم ونسق اور پر امن طریق اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی اور غیر احمدی صدران کی بے جا باتوں کا قرار واقعی جواب دیا اور شرائط مناظرہ کی پابندی کی طرف توجہ دلائی۔ اسی اثنا میں آٹھ نوجوان مجمع میں سے اٹھ کر جن میں سے بعض گریجویٹ اور اچھے تعلیمیافتہ تھے مجمع میں سے اٹھکر ہی میری میز کی طرف آگے بڑھے اور جب ان سے آگے بڑھنے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ان پر احمدیت کی صداقت منکشف ہو گئی ہے اور وہ اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ امیر وفد نے انکو وہاں پر اعلان کرنے سے منع کیا اور قیام گاہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ وہ قیام گاہ پر آکر مشرف با احمدیت ہوئے اور انکی درخواست ہائے بیعت کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں بھجوا دیا گیا فالحمد للہ علی ذالک

اس عظیم الشان کامیابی کے بعد جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ حقہ کو حاصل ہوئی مجھے اپنے کشف کی تعبیر معلوم ہوئی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی طرف سے جو خاص ارشاد اس حقیر خادم اور حضرت میر قاسم علی صاحب کو اس موقعہ پر مونگھیر جانے کا ہوا اس کی حقیقت کا علم ہوا اس موقعہ پر غیر احمدی علماء کی طرف سے میرے مقابلہ کے لئے مولوی عبدالوہاب صاحب پروفیسر عربی

کلکتہ کالج جو عربی زبان کے ایک ماہر استاد تھے کو مقرر کیا گیا تھا اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے جوان دنوں وہاں پہنچے ہوئے تھے تمام علماء مخالفین کو یہ بتایا ہوا تھا کہ احمدی مناظر عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں اور اس زبان میں تحریری یا زبانی مناظرہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے انکو یقین تھا کہ چونکہ احمدی علماء عربی میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے ہماری فتح اور کامیابی کا ڈنکہ بجے گا۔

لیکن جب سلسلہ کی طرف سے غیر احمدی علماء کی توقعات کے عین خلاف میں نے عربی پرچہ لکھ کر پڑھنا اور سنانا شروع کر دیا تو سب علماء معاندین حیران و ششدر رہ گئے اور نہ مولوی عبدالوہاب صاحب کو اور نہ کسی اور عالم کو مقابل پر آنے کی جراءت ہوئی ہر ایک کے دل میں یہی خدشہ پیدا ہوا کہ اگر ہم سے کوئی صرفی یا نحوی غلطی ہو گئی تو سب کے سامنے سبکی ہو گی چنانچہ وہ سوائے شور و غل سے میری تقریر میں رخنہ ڈالنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی تذلیل

جب پریذیڈنٹ صاحب نے جلسہ کے برخواست ہونیکا اعلان کیا تو مولوی محمد ابراہیم صاحب جو علماء مخالفین کے پیچھے تھے ایک کرسی پر چڑھ کر نعرے بلند کرنے لگے ابھی نعرے کے پورے الفاظ انکی زبان سے نہ نکلے تھے کہ مولوی صاحب کی کرسی ان کے اس بیہودہ جوش کی وجہ سے الٹ پڑی اور وہ بری طرح زمین پر گرے انکی ٹانگیں اوپر تھیں اور سر نیچے۔ پگڑی کہیں دور گری ہوئی تھی اور ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جن لوگوں کے سامنے انہوں نے یہ غلط اطلاع دی تھی کہ قادیانی علماء عربی بالکل نہیں جانتے انہوں نے انکی دروغ بیانی کے پیش نظر غصے کی حالت میں ان کو گھیر لیا اور مکوں اور لاتوں سے انکی وہ درگت بنائی کہ الاماں والحفیظ۔ الغرض مولوی صاحب کو اپنی کذب آفرینی اور تعلی اور شیخی کا پورا پورا بدلہ اپنے لوگوں سے مل گیا۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے اس موقعہ پر سلسلہ حقہ کو بہت بڑی فتح دی اس مناظرہ کی مختصر روئداد مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری نے تحریر کر کے شائع کرا دی تھی فالحمد للہ علیٰ ذالک

رویٔت حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ

تمثلات مختلفہ

یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فیوض و برکات خاصہ سے اس عبدِ حقیر
کو آٹھ نو دفعہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت مختلف مقامات میں ہوئی۔
رؤیت باری کا ایک واقعہ حیاتِ قدسی حصہ اوّل کے صفحہ ۳۱ پر درج ہو چکا ہے
بعض دوسرے واقعات اختصار کے ساتھ یہاں پر درج کئے جاتے ہیں۔

لاہور میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا ایک واقعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے عہدِ سعادت میں
جب خاکسار کو حضور کی طرف سے لاہور میں درس و تدریس، تعلیم اور تبلیغ کی غرض سے
مقرر کیا گیا۔ تو ان دنوں خواجہ کمال دین صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور
ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جو تینوں صدر انجمن احمدیہ کے ممبر تھے۔ مجھ سے قرآن کریم،
کتب، احادیث اور بعض اور دینی کتب پڑھا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب کتاب زاد المعاد فی ھدی
خیر العباد مصنفہ حضرت امام ابن قیم؛ اور نحو کا رسالہ ضریری بھی مجھ سے پڑھتے تھے۔ علاوہ
ازیں جماعت کی طرف سے تبلیغی جلسوں کا انتظام بھی باقاعدہ ہوتا تھا اور بعض اوقات علمی
مسائل پر لیکچروں کا سلسلہ بھی متواتر جاری رہتا۔ چنانچہ ایک دفعہ مسئلہ شفاعت کی حقیقت
پر لیکچروں کا انتظام کیا گیا۔ اس موقعہ پر خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ
صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے تقریریں کیں۔ ان تینوں اصحاب نے جو
لیکچر دیئے انکو احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی اور غیر مسلم لوگوں نے بھی سنا۔ ان تینوں لیکچروں
کا ماحصل یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ قیامت کے
دن گناہگار لوگوں کو جو دوزخ کی سزا کے مستحق ہوں گے۔ اپنی شفاعت کے ذریعہ بخشش
دلوا کر ان کو بہشت میں داخل کرا دیں گے۔ بلکہ شفاعت کا اصل مطلب یہ ہے کہ اس دنیا
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے قرآن اور تعلیم اسلام کو پیش فرمایا۔ پس
جن لوگوں نے حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قرآن کے احکام اور دین اسلام کو
قبول کر لیا اور کفر و شرک کو چھوڑ کر مومن اور مسلم ہو گئے۔ وہ جنت کے مستحق ہو گئے۔ یہی

شفاعت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کے لئے عمل میں آئی اور ان کو جہنم سے نجات دلانے کا باعث بنی۔

جب یہ تینوں لیکچر یکے بعد دیگرے لوگوں کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہوئے تو نہ صرف احمدیوں نے بلکہ غیر احمدیوں نے بھی ان تقریروں کو برا منایا اور نفرت کا اظہار کیا اور چونکہ یہ تینوں اصحاب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبر بھی تھے اور جماعت احمدیہ میں بالعموم اور جماعت لاہور میں بالخصوص خاص وجاہت اور اثر رکھتے تھے اس لئے انکی طرف سے ایسے عقائد کے اظہار پر جماعت کی عام طور پر بدنامی ہوئی اور غیر احمدیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ احمدی حضرات مسئلہ شفاعت کے قائل نہیں اس پر بعض دوستوں نے مجھے تحریک کی کہ میں بھی اسی مسئلہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالوں تاکہ وہ غلط اثر جو جماعت کے متعلق قائم ہو رہا ہے اس کا ازالہ ہو۔ اور مسئلہ شفاعت کی اصل حقیقت واضح ہو سکے

چنانچہ اس کے بعد آئندہ اتوار کو جبکہ تعطیل تھی میری تقریر مسئلہ شفاعت کے موضوع پر رکھی گئی میں نے اپنا مضمون قلمبند کر لیا اور اس کو قرآن کریم، کتب احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں تیار کیا مضمون مکمل کر کے جب میں رات کو سویا تو رؤیا میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس مضمون کے متعلق بشارت دی گئی ہے اور مجھے الہاماً بتایا گیا کہ تیرا یہ مضمون "بشیر" اور "محمود" ہوگا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا لیکچر اس رویا اور الہام کے مطابق بشارت دینے والا بھی ہوا اور احمدیوں اور غیر احمدیوں نے اس کی تعریف کر کے اس کا محمود ہونا بھی ظاہر کر دیا۔

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے عملاً بھی مجھ پر مسئلہ شفاعت کا حقیقی راز منکشف فرمایا اور وہ اس طرح کہ مجھے ایک نظارہ دکھایا گیا کہ گویا قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ عدالت کی کرسی پر انسانی تمثل میں تشریف فرما ہیں اللہ تعالیٰ کی کرسی کے دائیں طرف ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منہ جانب جنوب معلوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کرسی کے سامنے دور تک ایک گذرگاہ ہے۔ جس میں کوئی انسان اگر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کیلئے آتا ہے تو اس رستہ کی چوڑائی کے کم ہونے کے باعث ایک وقت میں صرف ایک آدمی ہی گذر سکتا ہے

دو آدمی ایک وقت میں پہلو بہ پہلو اس گذرگاہ میں سے نہیں گذر سکتے میں نے دیکھا کہ
تخت کے ایک طرف میں کھڑا ہوں اور دوسری طرف خلیفۃ المسیح اوّل رضہ کھڑے ہیں اس اثناء
میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک ایک شخص حاضر ہوتا ہے اور سامنے آکر بالکل
قریب کھڑا ہو جاتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نہایت ہی رافت اور رحمت سے اور نرمی سے
بھری ہوئی آواز سے فرماتا ہے "بتاؤ ہم تیری نجات کس طرح کریں"؟ اس پر وہ بندہ
نہایت خوفزدہ ہو کر عاجزی اور انکساری سے بھری ہوئی آواز میں عرض کرتا ہے کہ "حضور
شفاعت کے بغیر میرے پاس نجات کا کوئی ذریعہ نہیں"۔

میں اس وقت شفاعت کا یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ چونکہ لوگ مجھے جانتے ہیں کہ میں
خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا ہوں۔ پس میری یہ نسبت اور میرے متعلق یہ
شہرت ہی میری نجات کا ذریعہ بنائی جائے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی عرضداشت کو سن کر نہایت
ہی رحم و کرم اور رافت سے بھری ہوئی آواز میں فرماتے ہیں بہت اچھا ہم تیری نجات
شفاعت کے ذریعہ ہی کر دیتے ہیں"۔

گو اس نظارہ میں مجھے ایک شخص کا واقعہ ہی دکھایا گیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن افراد کے متعلق شفاعت قبول کرنے کا اذن دیا جاتا ہے۔ وہ افراد
ایک ایک کر کے حضرت رب العالمین کے حضور پیش ہوتے ہیں اور حسب الفاظ آیت کلّھم
آتیہ یوم القیامۃ فردا (مریم) فرداً فرداً حاضر ہوتے ہیں۔

اس نظارہ کے ساتھ ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضہ اللہ تعالیٰ کے دربار ہی
میں میرے قریب ہو کر میرے مضمون کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ اس مضمون میں
صحیح بخاری کی مندرجہ حدیثیں بہت ہی صحیح ہیں یا یہ کہ صحیح بخاری سب کتب حدیث سے
زیادہ صحیح ہے حضور کے فرمودہ الفاظ اب میرے حافظہ میں پورے طور پر محفوظ نہیں کہ آیا حضور رضہ نے
پہلا فقرہ فرمایا یا دوسرا بہرحال اس وقت سے صحیح بخاری کی قدر و منزلت میرے دل میں بہت
بڑھ گئی۔ میرا یہ قیمتی مضمون افسوس ہے کہ فسادات ۱۹۴۷ء میں دوسرے نوادر کے ساتھ
ضائع ہو گیا۔

(۲) شیخ محمود احمد صاحب عرفانیؓ کے متعلق رویاء

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قادیان مقدس میں مسجد مبارک کے چوک کے اندر لوگوں کا ایک اجتماع ہے جس کے وسط میں اللہ تعالیٰ، حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ ہیں اور ان چاروں کے قریب عزیزم مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی فصیح و بلیغ عربی میں تقریر کر رہے ہیں۔

میں نے یہ رویاء عزیز موصوف کے مصر جانے سے بہت عرصہ قبل دیکھی تھی اور اس وقت یہ قطعاً خیال نہ تھا کہ ان کے لئے مصر جانے کا موقعہ پیدا ہوگا۔ لیکن بعد میں وہ مصر گئے اور وہاں تبلیغ کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رکھا اور جب مصر سے واپس مرکز میں آئے تو آپ نے مسجد اقصیٰ میں فصیح و بلیغ عربی میں تقریر فرمائی جس سے سامعین بہت متاثر ہوئے۔

میں نے اپنی رویاء کی اطلاع جناب شیخ ابو تراب یعقوب علی صاحب عرفانی کو دیدی تھی اور عزیزم شیخ محمود احمد صاحب کو بھی۔ چنانچہ رویاء کے عین مطابق عزیز موصوف کو سیدنا حضرت المصلح الموعود کی نیابت میں آپ کے ارشاد سے تبلیغ کی غرض سے مصر جانے اور وہاں پر عربی زبان کی تحصیل کرنے کا موقعہ ملا اور یہ ایسا کام تھا جو اللہ تعالیٰ اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی کا باعث تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

(۳) میری شدید علالت اور رؤیت الٰہی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے عہد سعادت میں خاکسار ایک وفد میں شامل ہو کر برہمن بڑیہ اور بنگال کے دوسرے علاقوں میں بغرض تبلیغ گیا۔ اس وفد میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ

حضرت میر قاسم علی صاحبؓ اور جناب مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرحوم بھی شامل تھے۔ شب و روز کی محنت اور غذا اور آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے میں شدید طور پر بیمار ہو گیا اور فالج کی علامات کا آغاز ہونے لگا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا سر سے لے کر پاؤں تک میرے بدن کے دو حصّے ہیں۔ میں نے جب اس حالت کا ذکر سیدنا حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ سے کیا تو حضور نے انگشت بدنداں ہو کر افسوس کا اظہار فرمایا اور میرے لئے ٹنکچر اسفٹیڈا۔ ہیرا ہیگ اور ایسٹن سرپ استعمال کرنے کا انتظام فرمایا۔ اس کے بعد میں اپنے سسرال کے گاؤں پیر کوٹ ضلع گوجرانوالہ میں چلا گیا۔ وہاں اپنے برادر نسبتی حکیم محمد حیات صاحب مرحوم کے زیر علاج عرصہ تک رہا۔ لیکن اچھا نہ ہو سکا۔

اس دوران میں جب ایک دفعہ میری حالت شدت مرض کی وجہ سے نازک ہو گئی اور جملہ متعلقین نے مایوسی کے آثار دیکھے تو میری اہلیہ نے جو اس وقت صرف ایک لڑکے اور لڑکی کی والدہ اور بالکل جوان تھیں۔ پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں رقت قلب سے میری صحتیابی کے لئے دعا کی انہیں یہ خوبی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور کثرت سے دعا کرنے والی ہیں اور خدا تعالیٰ سے رؤیائے صادقہ اور الہامی بشارات سے بھی بعض خاص مواقع پر نوازی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی جب انہوں نے نہایت تضرع اور خشوع سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بشارت دی گئی کہ مولوی صاحب ایک چراغ (دیا) ہیں اگر یہ چراغ بجھ جائیں تو خدا تعالیٰ تمہیں کافی ہوگا" اس پر میری اہلیہ نے خدا تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ حضور! ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور اس چراغ کو بھی جلتا رہنے دیں اور آپ خود بھی ہمارے لئے کافی ہوں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے جواب میں ان کو بشارت دی گئی کہ مولوی صاحب نہیں مریں گے جب تک کہ ان کے ہاں دس بچے پیدا نہ ہو جائیں۔ اس الٰہی بشارت کے مطابق ہمارے ہاں دس بچے ہی پیدا ہوئے اور اس کے بعد اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ایک اور بشارت کا ذکر

انہی ایام میں اپنی نازک حالت کے پیش نظر جب میں نے اپنی بیوی اور بچوں کی بیکسی اور بے بسی پر نظر کر کے خاص طور

پر دعا کی تو مجھے الہامی کلام میں بشارت دی گئی کہ اپنی بیوی اور بچوں کے متعلق یہ وصیت کر دی جائے کہ اگر میں وفات پا جاؤں اور انہیں کسی قسم کی ضرورت حقہ پیش آئے تو اس کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ان ناموں کے ساتھ دعا کر لیا کریں۔

یا رزاق، یا رحمٰن، یا وہاب

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی اس ضرورت کو پورا فرما دے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے اس بارہ میں وصیت کر دی اور ان الہامی ناموں کے ساتھ دعا کرنے کے متعلق میرے دل میں بطور القاء یہ تفہیم ہوئی کہ وہ بیوہ اور یتیم بچے جن کے سر پر مربیوں کا سایہ نہ رہے۔ ان کا ان مبارک ناموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور تنگی رزق کے دور کرنے کے لئے دعا کرنا اللہ تعالیٰ کو خاص طور پر ان کے لئے متکفل بنا دیتا ہے۔ ان تینوں اسماء پر غور کرنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشارت حقہ صادقہ اس مقصد کے لئے غیبی کفالت کا راز اپنے اندر رکھتی ہے۔

اسماء کی تشریح

پہلا نام جو رزاق ہے وہ بصیغہ مبالغہ ہے۔ جو بیوہ اور یتیموں کی بے سروسامانی اور محرومی اسباب کے اعتبار سے عین مناسب ہے اور بے سروسامانی کی حالت میں غیب سے نئے سامان اور اسباب کی تخلیق کا مژدہ پیش کرنے والا ہے۔ اسی طرح اسم رحمان اور اسم وہاب بھی رحمانیت اور موہبت کے فیض کو ظاہر کرتے ہیں، گو ان میں یہ فرق ہے کہ رحمانی فیض بغیر دعا اور درخواست کے وقوع میں آتا ہے لیکن فیض موہبت کے لئے دعا اور درخواست بھی ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے کہ۔

(۱) رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ الخ (فرقان)

(۲) رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا الخ (مریم)

(۳) رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي الخ (ص)

میں نے بھی بارہا ان اسماء مبارکہ سے استفادہ کیا ہے ایک دفعہ ایک مجلس میں میں نے اسماء مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن اسماء حسنیٰ

کو پیش کیا ہے۔ ان کی غرض ایک تو معرفت الٰہی عطا کرنا ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ سے
ان اسماء کے توسط سے دعا کرنا ہے۔ اس مجلس میں مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلۂ
بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی توجہ سے میری تقریر کو سنا۔ اس کے کافی عرصہ بعد جب ان
سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہوا اور
کہیں سے کوئی امداد کی صورت نظر نہ آئی۔ طبیعت سخت بے چین اور پریشان ہوئی۔
میرے ذہن میں اس کس مپرسی کی حالت میں یا رزاق یا رحمان یا وہاب کے اسماء سے
جو آپ نے بتائے تھے استفادہ کرنے کا خیال آیا۔ اور میں نے آپ کے ارشاد کے
مطابق ابجد کے حساب سے جتنے اعداد ان اسماء کے بنتے ہیں ان کے ساتھ اپنے
نام کے اعداد شامل کرکے اتنی بار تخلیہ اور جنگل میں مضطربانہ حالت میں دعا کرنی
شروع کر دی۔ ابھی میں نے آدھ گھنٹہ کے قریب ہی ان اسماء کو پڑھا ہوگا کہ ایک
آدمی میری تلاش میں اس الگ تھلگ جگہ پر آنکلا اور آتے ہی کئی صد روپیہ کی رقم
میرے آگے رکھ دی اور قبول کرنے کی درخواست کی۔

زیارت حضرت باری تعالیٰ بیماری کے ان ہی ایام میں جب شدت مرض سے میری حالت
بہت نازک ہو گئی اور میرے معالج برادرم حکیم محمد حیات صاحب
بہت گھبرا گئے اس وقت مجھے علاوہ بخار کے اعصابی دردوں کا عارضہ اس قدر شدت
اختیار کر گیا کہ زبان سے بات کرنا مشکل ہو گیا اور استرخاء سے ہر وقت بدن کے مختلف
حصوں میں اضطرابی کیفیت نمایاں تھی۔ حکیم صاحب نے میری حالت کو دیکھتے ہوئے اندازہ
لگایا کہ میں چوبیس گھنٹہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکوں گا۔ یہ رائے قائم کرنے کے بعد برادرم
حکیم صاحب ایک فوری ضروری کام کے لئے گوجرانوالہ چلے گئے اور مجھے خدا تعالیٰ کے سپرد
کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کرنے لگے کہ اب انسانی کوششیں بے کار ہیں۔
رات میری اسی حالت میں گذری جب دوسرا دن آیا تو نماز ظہر و عصر کے درمیان
مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ میں ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ
جل شانہ خیر الراحمین اور خیر المحسنین اللہ میرے سامنے معلوم ہوتے ہیں اسی حالت میں

میں نے معاً ایک دوسرا نظارہ دیکھا کہ جزائر انڈمان (جہاں انگریزی حکومت عمر قیدیوں کو بھجوایا کرتی تھی) میں قیامت قائم ہوئی ہے اور میں بھی میدان قیامت میں کھڑا ہوں اور میرے اردگرد چند قدموں کے فاصلہ پر لوہے کے تین سنگل مجھے گھیرے ہوئے ہیں اتنے میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ وہاں تشریف لے آئے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے قریب آنے پر اس ذات یگانہ کو جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ (مرحوم و مغفور) کی شکل پر متمثل پایا۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری تکلیف اور شدت مرض کے پیش نظر جذبہ رحمت و رافت سے میری طرف متوجہ ہیں۔

میں نے اپنے محسن اور رؤف و رحیم مولیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور مسکینی کے لہجہ میں عرض کیا کہ حضور میرے اردگرد یہ تین سنگل مجھے گھیرے ہوئے ہیں اور باہر نہیں نکلنے دیتے حضرت رب العالمین میری اس عرض داشت سے اور بھی زیادہ رحمت اور رافت سے میری طرف متوجہ ہوئے اور نہایت ہی لطف و کرم سے فرمایا "ہم ابھی ان سنگلوں کو پکڑ کر دور پھینک دیتے ہیں۔" چنانچہ چشم زدن میں میرے رؤف و رحیم خدا نے ان سنگلوں کو دور پھینک دیا اور فرمایا دیکھو ہم نے ان سنگلوں کو دور پھینک دیا ہے۔" پھر اللہ تعالیٰ نے دو شیشیاں لے کر ایک شیشی میرے پیٹ پر ناف کی ایک جانب لگا دی جس کا ایک حصہ میرے پیٹ کے اندر معلوم ہوتا ہے اور دوسری شیشی میرے گلے کی ہنسلی کے پاس لگا دی۔ مجھے اس وقت یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر ہنسلی والی شیشی منہ میں لگا دی جاتی تو زیادہ مناسب ہوتا۔

ایک اور نظارہ اس کے معاً بعد نظارہ بدلا اور میں نے اپنے تئیں قادیان مقدس کی مسجد اقصیٰ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کھڑے ہو کر مسجد میں قرآن کریم کا درس دے رہے ہیں۔ میں نے کشف میں ہی حضرت کے حضور جزائر انڈمان کا تمام واقعہ جو میں نے دیکھا تھا عرض کیا جب میں نے شیشیاں لگانے کا واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ اگر ہنسلی کے قریب والی شیشی منہ میں لگا دی جاتی تو زیادہ اچھا ہوتا تو سیدنا محمود ایدہ اللہ نے اس شیشی کو جو ہنسلی کے قریب لگی ہوئی تھی وہاں

سے نکال کر میرے منہ میں لگایا اس کے بعد میری کشفی حالت جاتی رہی اور میں نے دیکھا کہ میں چارپائی پر نماز میں مصروف ہوں۔

قادیان میں علاج

اس کے چند دن بعد پیر کوٹ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کا خط مجھے ملا۔ جس میں حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ ہمارے پاس آ کر علاج کرائیں ہم آپ کا علاج بہت ہمدردی اور توجہ سے کریں گے۔ اسی طرح حضور نے عزیزم مکرم مولوی فضل دین صاحب آف مانگٹ اونچے حال مبلغ حیدرآباد کو بھی ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے استاد صاحب کو لکھیں کہ وہ قادیان آ کر ہم سے علاج کرائیں۔ چنانچہ خاکسار پیر کوٹ سے قادیان آ گیا۔

جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دیکھا تو بہت ہی خوش ہوئے اور گھر جا کر حضرت اماں جی صاحبہ (والدہ ماجدہ صاحبزادہ عبدالحیٔ صاحب مرحوم) کو فرمایا کہ میں نے ان کو علاج کیلئے خود بلایا ہے۔ ان کے لئے میری طبی ہدایت کے ماتحت کھانا گھر میں تیار کیا جائے۔ چنانچہ حضور کی ہدایت کے ماتحت دس بارہ دن میرا پرہیزی کھانا حضرت کے گھر میں تیار ہوتا رہا۔ بعد میں حضرت اماں جی کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے حضور نے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کو بلایا جو اس وقت لنگر خانہ کے افسر تھے اور ضیافت اور مہمان نوازی کے کام کے منتظم تھے۔ آپ نے میری طرف اشارہ کر کے حضرت سیدنا المحمود کو فرمایا کہ "ان سے مجھے محبت ہے یہ بیمار ہیں۔ میں نے علاج کے لئے انہیں اپنے پاس بلوایا ہے ان کے پرہیزی کھانے کا انتظام میں نے گھر پہ کیا تھا لیکن والدہ عبدالحیٔ کی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اب گھر میں انتظام مشکل ہے۔ اس لئے آپ لنگر میں ان کے لئے پرہیزی کھانے کا انتظام کر دیں۔ چنانچہ ایک عرصہ تک میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر علاج رہا۔ میری قیام گاہ ان دنوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے مہمانخانہ کا وہ کمرہ تھا جو مغربی کوچہ کے بالکل متصل ہے اور جہاں ایک لمبا عرصہ تک حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ میں عبدالحیٔ صاحب عرب، سید عبداللہ صاحب عرب اور ابو سعید صاحب عرب اکٹھے رہا کرتے تھے

اور اس وجہ سے وہ عربوں والے کمرہ کے نام سے شہرت پا گیا تھا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی وفات

میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کے زیر علاج ہی تھا کہ حضور اپنی آخری بیماری میں مبتلا ہوئے اور وہ مجسم شفقت اور دنیا کا بہت بڑا محسن و مہربان اور حکیم الامۃ وفات پا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ حضور کی وفات حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی کوٹھی میں ہوئی۔ مجھے اس وقت شدید اعصابی دورہ تھا اور ایک دنبل کی وجہ سے جوز النویر نکلا ہوا تھا چلنے پھرنے سے معذور تھا۔ اس لئے اس موقعہ پر بوجہ مجبوری کوٹھی دارالسلام نہ پہنچ سکا اور اکیلا ہی مہمان خانہ میں رہ گیا۔

اس تنہائی کی حالت میں جب میں غمزدہ اور اشکبار تھا تو اچانک میرے کمرہ کی دائیں طرف سے زور سے آواز آئی کہ "مولوی محمد علی بھی مر گئے" یہ الفاظ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے مولوی محمد علی صاحب کی اس بغاوت اور غدارانہ کارروائی کے متعلق تھے جو انہوں نے سیدنا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وصیت کی مخالفت اور خلافت ثانیہ سے انکار کی صورت میں کی اور یہ ان کی روحانی موت کے اظہار کے لئے تھے جو سیدنا حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے وصال کے ساتھ مقدر تھی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے تسلی

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی وفات کے بعد جب حضرت سیدنا محمود تخت خلافت پر مسند نشین ہوئے تو آپ نے اپنی دعوات خاصہ کے وعدہ کے ساتھ مجھے بہت تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ سے بہت امید ہے کہ آپ صحتیاب ہو جائیں گے ان ہی ایام میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک سمندر حائل ہے جس کو میں عبور کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن کوئی صورت اور رستہ گزرنے کا نہیں ملتا۔ میں اسی تردد میں ہوں کہ اچانک میرے سامنے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے جس جگہ حضور مجھے نظر آتے ہیں وہ سمندر کا دوسرا کنارہ معلوم ہوتا ہے اور میں پہلے والے کنارے پر ہوں۔ اس وقت میرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاصلہ بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے لیکن مجھے اس کو عبور

کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے اپنے وجود کو آگے بڑھا کر میرے قریب کیا اور مجھے اوپر سے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر سمندر سے پار کر دیا یہ بشارت مجھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعوات خاصہ اور تسلی دلانے کے بعد نصیب ہوئی اور اس کے بعد میری حالت جلد جلد روبصحت ہوتی گئی۔

خاموشی کا روزہ

اس سے پہلے اسی بیماری کے دوران میں ایک دن سیدنا حضرت المحمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے ہاتھ اس عاجز کو کبوتر کا پکا ہوا گوشت بھجوایا۔ جس کے کھانے سے مجھے خاص طور پر فائدہ ہوا دوسرے دن حضور نے عندالملاقات مجھے فرمایا کہ میں نے کچھ کبوتر شکار کے ذریعہ پکڑے تھے۔ جب میں کھانا کھانے بیٹھا ابھی ایک لقمہ ہی اٹھایا تھا کہ آپ یاد آگئے اور اس خیال سے کہ کبوتر کا گوشت آپ کے لئے مفید رہے گا میں نے وہ کھانا آپ کو بھجوا دیا۔ حضور کی اس شفقت اور غریب نوازی سے میرا قلب بہت متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ میرے پیارے محسنوں کو ایسی مہربانیوں کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

اسی طرح ایک دن آپ نے ازراہ نوازش مجھے یہ مشورہ دیا کہ میں کچھ دن بالکل خاموشی اختیار کر دوں شاید اس سے بیماری میں افاقہ ہو۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ مجھے کہتا ہے کہ آپ تین روز تک چپ یعنی سکوت کے روزے رکھیں تو بہت مفید ہوگا۔ میں نے اس رویا کا ذکر بھی حضور کی خدمت میں کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر آپ چپ کا روزہ رکھ سکتے ہیں تو اس میں کیا حرج ہے چنانچہ میں نے اپنی قیام گاہ پر سکوت کے روزے شروع کر دیئے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے دروازہ پر ایک اعلان بھی لگا دیا کہ مولوی صاحب سے کوئی شخص گفتگو نہ کرے انہوں نے سکوت کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ ان ایام میں صرف بعض تیماردار درست کھانے اور دوا اور مالش کرنے کیلئے خاموشی سے آتے اور کوئی بات قابل اظہار ہوتی تو میں بذریعہ تحریر اس کا اظہار کر دیتا عزیزم مولوی ظفر الاسلام صاحب ان دنوں مجھے باقاعدہ مالش کرتے تھے خدا تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

شہد کا تحفہ

اسی بیماری کے ایام میں حکیم غلام محمد صاحب امرتسری جو حکیم قطب دین صاحبؓ کی طرح حضرت حکیم الامتہؓ کے پاس بطور کمپونڈر خدمات بجا لاتے تھے۔ مجھے دوائی بلانے کے لئے باقاعدہ آتے۔ ایک دن آپ تشریف لائے تو ایک بہت بڑی بوتل جو طوطے کی طرح سبز رنگ کی شہد سے بھری ہوئی تھی میرے لئے لائے اور کہا کہ نجیب آباد سے ایک دوست تین بوتلیں سبز رنگ کے شہد کی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور تحفۃً لایا تھا اور اس نے بتایا تھا کہ یہ شہد نیم کے درختوں پر سے اتاری گئی ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ شہد مولوی راجیکی صاحب کے لئے مفید ہے اور آپ کے لئے بھجوا دی۔ میں نے یہ شہد استعمال کیا اس کا ذائقہ کسی قدر تلخی لئے ہوئے تھا۔ اس کے استعمال سے بھی مجھے کسی قدر فائدہ ہوا۔

جب میں نے تیس روزے سکوت کے ختم کر لئے تو میں نے اعلان کیا کہ میں فلاں وقت مسجد اقصیٰ میں اپنے صوم سکوت کو سورہ فاتحہ کی تلاوت سے افطار کروں گا۔ چنانچہ میں نے وقت مقررہ پر مسجد اقصیٰ میں سورہ فاتحہ کی تفسیر پر تقریر کی۔ اسی رات مجھے ایک فرشتہ ملا اور اس نے بتایا کہ میرا نام محمود ہے اور میں آپ کو دوائی بتانے آیا ہوں اور وہ یہ کہ آپ کونین کا استعمال کیا کریں میں نے دوسرے دن حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہٗ کے حضور اپنی رویاء کا ذکر کیا۔ حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اب تک جو علاج ہم نے کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح عمل معالجہ نہ تھا۔ آپ کی اس رویاء سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ فرشتہ کا کونین بتانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کونین جس مرض کا علاج ہے اس مرض کے متعلق توجہ کی جائے ایسا علاج انشاء اللہ مفید اور قابل تعریف ہوگا (محمود) ہوگا۔

چنانچہ حضرت نے قرابا دین قادری منگوا کر کونین کے نسخے دیکھے اور ان میں سے ایک نسخہ تجویز کیا اس سے بھی میری بیماری کو کافی آرام ہوا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت

اسی بیماری کے ایام میں میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میری عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میں حضور کے مہمان خانہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور حضور میرے پاس آکر بیٹھ گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ کی طبیعت اب کیسی ہے۔ میں نے

عرض کیا کہ حضور کی دعا کا محتاج ہوں۔ آپ نے فرمایا ہم آپ کے لئے دعا کریں گے۔

دوسرے دن بعد نماز فجر میں اسی طرح چارپائی پر بیٹھا تھا کہ حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور حضرت اقدس علیہ السلام کی طرح میرے پاس چارپائی پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے "آپ کی طبیعت اب کیسی ہے" جب میں نے عرض کیا کہ حضور کی دعا کا محتاج ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ہم آپ کے لئے دعا کریں گے۔

وہ دن حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام تھے آپ نے مجھے فرمایا کہ آپ کو کوئی رویا تو نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ ایک تو آج رات میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا کہ حضور عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں اور صبح آپ اسی طرح عیادت کے لئے تشریف لائے، دوسرے چند دن پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ ایک چاند طلوع ہوا ہے۔ چاند ویسے تو کامل اور بدر تام کی شکل میں ہے۔ لیکن زمین سے اس قدر گرد و غبار اُٹھا ہے کہ وہ چاند اچھی طرح نظر نہیں آتا۔ اس وقت ہم جو مجلس انصار اللہ کے ممبر (یہ وہ انجمن ہے جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رض کے زمانہ میں سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے قائم فرمائی تھی) ہیں۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ اس گرد و غبار کے ازالہ کے لئے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کثرت سے پڑھیں۔ میں نے جب رویا سنائی تو حضور سن کر اور اچھا السلام علیکم کہہ کر تشریف لے گئے۔

بعد میں سیدنا حضرت المحمود ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود کی جانشینی میں مسند خلافت پر بیٹھے اور غیر مبایعین کا فتنہ گرد و غبار کی طرح افق احمدیت پر ظاہر ہوا جس کے ازالہ کے لئے انجمن انصار اللہ کے ممبران کو بھی کوشش کرنے کا موقعہ ملا۔

یہ ضمنی باتیں تحریر کر دی گئی ہیں جو ضروری اور مفید ہیں اس مرض سے جو بہت خطرناک قسم کا اعصابی عرق النسا اور فالج کے مقدمات ظاہر ہو گئے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور اپنے مقدسوں کی دعاؤں اور توجہات کریمانہ کی برکت سے اس عاجز حقیر کو شفا دی اور آج تک اس مرض کے تباہ کن اثرات سے بچایا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۴) جنگ عظیم کے متعلق رؤیت الٰہی کا واقعہ

یورپ کی جنگ عظیم شروع ہونے سے پہلے مجھے رویاء میں دکھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدوس ہستی ایک جگہ شمال کی جانب منہ کرکے کھڑی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کا قد وقامت اتنا بڑا اور اونچا معلوم ہوتا ہے کہ باوجود انسانی تمثل میں ہونے کے قد زمین سے لے کر آسمان تک ہے۔ اس رویاء میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک پاؤں سمندروں پر ہے اور دوسرا پاؤں خشکیوں پر۔ اور جماعت احمدیہ کے جملہ افراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے چمٹے ہوئے ہیں جیسے کسی درخت کے ساتھ چیونٹے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ میں بھی قریب ہی کھڑا ہوں۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان عام فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کلام فرمانے لگے ہیں سب لوگ اس کو توجہ سے سنیں۔ چنانچہ ہم سب احمدی افراد اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوگئے اور سب کے دل میں بہت بڑی مسرت کا احساس ہے کہ ہمیں بھی کلام الٰہی سننے کا موقعہ ملے گا اس کے بعد خدا تعالیٰ نے اُردو میں مندرجہ ذیل کلام فرمایا۔

اب ہم دنیا میں نئے انقلابات پیدا
کرنیکے لیئے نئے حوادث ظہور میں لائیں گے

اس مقدس کلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قدم کو جو سمندروں پر تھا جنبش دی۔ تب سمندروں میں تموج اور تلاطم پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد دوسرا قدم جو خشکیوں پر تھا اللہ تعالیٰ نے اُسے جنبش دی۔ تب خشکیوں میں زلزلوں کے حادثات شروع ہوگئے اس پر میری آنکھ کھُل گئی۔

اس رویاء کے کچھ عرصہ بعد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے عین مطابق جنگ یورپ شروع ہوگئی۔ جس نے بحر و بر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ تباہی ڈالی جس کی پہلے نظیر نہ ملتی تھی۔

(۵) رویتِ الٰہی اور عرش الٰہی

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش کس طرح ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ چلیئے! آپ کو دکھاؤں۔ اس کے بعد میں نے اور اس دوسرے شخص نے پرواز کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم آسمانوں سے گذر کر عرش الٰہی کی نچلی سطح کے سامنے پہنچ گئے۔ جب ہم نے نیچے سے عرش کو دیکھا تو اس کا رنگ شفق کی طرح بالکل سرخ تھا۔ اس سرخی کو دیکھکر اللہ تعالیٰ کی پر عظمت شان اور جلال ظاہر ہوتا تھا۔

اس کے بعد دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اب عرش الٰہی کو اوپر سے دیکھا جائے جب ہم نے یہ ارادہ کیا تو معاً ہمیں یہ نظر آیا کہ ہم عرش کے اوپر کے ایک کنارہ پر کھڑے ہیں۔ اور ہمارے سامنے عرش کے وسط میں ایک قبۂ نور کا نظر آتا ہے جس سے سورج سے بھی بڑھ کر روشن شعاعیں نکل رہی ہیں اور جلال اور عظمت نمایاں ہوتی ہے۔ ہمارے دل میں اس وقت ڈالا گیا کہ یہ نورانی قبہ اللہ تعالیٰ ہے جو جلوہ نما ہو رہا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اور قریب سے دیکھنا چاہیئے وہ شخص تو کنارے پر ٹھہر گیا لیکن میں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچنے کے ارادہ سے آگے بڑھا۔ جب میں نے زیادہ قریب ہو کر دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے تمثل میں جلوہ نما دیکھا۔

اُس وقت مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اس زمانہ میں آسمانی حکومت کا نمائندہ اور دنیا کا فردِ اعظم جو خدا تعالیٰ کا مظہر ہے وہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود ہیں خدا تعالیٰ اس مقدس وجود پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کا ہر آن نزول فرماتا رہے اور اس کے مقاصد عالیہ میں اس کو فائز المرام کرے۔ آمین

(۶) رویتِ الٰہی اور تاجپوشی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارِ حماہ کما یحب و یرضیٰ نے جب مجھے لاہور کی احمدی جماعت کی تربیت و اصلاح اور تبلیغ کی غرض سے وہاں مقرر کیا تو میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میری تاجپوشی کے لئے ایک بہت بڑا اجتماع ہوا ہے۔ جیسے کہ جشن کے موقع پر

ہوتا ہے۔ اس مجمع میں اسٹیج پر میرے سب سے زیادہ قریب حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مدیر اخبار الحکم ہیں اور صرف وہی اس مجمع میں میری شناخت میں آئے ہیں اور انہوں نے میری طرف اشارہ کرکے اعلان کیا ہے کہ یہ مجمع ان کی تاجپوشی کے لئے بطور جشن منانے کے ہے۔ اس کے بعد میرے سر پہ ایک تاج رکھا گیا۔

اسی طرح کا منظر مجھے دوسری دفعہ دکھایا گیا۔ جب مجھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہٗ وارضاہ کی وفات کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ لاہور میں خدمات دینیہ کے لئے مامور فرمایا۔ اس دوسرے جشن کے موقعہ پر بھی میں نے مجمع میں حضرت عرفانی صاحب کو دیکھا اور وہی میری تاجپوشی کے لئے اعلان کر رہے ہیں۔

ان دونوں خوابوں کی تعبیر میری سمجھ میں یہ آئی کہ صدرِ خلافت کی نیابت اور نمائندگی میں خدمات دین کا بجالانا آسمانی حکومت کے نزدیک ایک خادمِ دین کے لئے تاجِ عزت ہے اور جماعتی نظام کے ماتحت ایک حقیر سی حقیر خدمت بھی دنیا کے تاج و تخت سے کم نہیں۔ جب میرے جیسے عبد حقیر اور احقر خادم کو بھی نظام سلسلہ کے ماتحت خدمت بجا لانے پر یہ فضل اور موہبت اور برکت مل سکتی ہے تو جو لوگ سیدنا حضرت مسیح الاسلام علیہ السلام کے اخص خدام اور صحابہ عظام میں سے ہوئے ہیں انہیں عزت و شرف کا کتنا اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

سلطان العارفین

ایسی بشارات جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے صرف میرے ذاتی انکشاف رویا سے ہی مخصوص نہیں بلکہ از روئے حدیث نبوی المؤمن یری ویُری لہٗ بعض صلحاء کو بھی میری نسبت ایسی ہی بشارات کا علم دیا گیا۔ چنانچہ ایک دفعہ قادیان کے مہمان خانہ میں ایک حلقہ احباب میں قرآن کریم کے بعض حقائق و معارف سنا رہا تھا۔ درس کے بعد بعض احباب نے ان حقائق و معارف کے متعلق کچھ تعریفی کلمات کہے تو میں نے عرض کیا کہ ہم بھی دوسرے غیر احمدیوں کی طرح اجہل الجہلاء تھے اور ضلالت اور جہالت میں مبتلا تھے۔ لیکن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان صحبت سے یہ سب کچھ حاصل ہو گیا ورنہ یہ باتیں میری طبع زاد نہیں اور نہ ہی میری استعداد ناقص کی پیداوار ہیں۔

جب میں نے یہ الفاظ کہے تو حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ عنہٗ نے جو پرانے صحابہ میں

سے تھے اور اس حلقہ احباب میں موجود تھے فرمایا کہ واقعی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان افاضہ بہت ہی بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ اس وقت تو آپ اور آپ کے صحابہ علماء سوء کے فتاویٰ تکفیر و تکذیب کے نیچے ہیں اور اہل زمین ان کو نہیں پہچانتے۔ لیکن اہل سماء کے نزدیک ان کی شان بہت ہی بلند ہے۔ اس پر حضرت حافظ صاحب نے اپنا رویاء بتایا کہ انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا دربار ہے اور اس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اور سلسلہ کے خدام اور کارکنوں کو خطاب دیئے جا رہے ہیں جب اس تعلق میں مولوی غلام رسول راجیکی دربار الٰہی میں پیش ہوئے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے "سلطان العارفین" کا خطاب دیا گیا۔

اس رویاء کو سن کر میں نے عرض کیا کہ چونکہ رویاء تعبیر طلب ہوتی ہے اس لئے میری فہمید کے مطابق غلام رسول سے مراد رسول کا بیٹا یعنی حضرت سیدنا محمود ہیں۔ اور سلطان العارفین کا خطاب آپ پر ہی چسپاں ہوتا ہے اور آپ کے علمی افاضہ اور معارف سے ہمیں بے حد فائدہ پہنچتا رہتا ہے ہاں ممکن ہے کہ کسی بروزی مناسبت سے بشارت کسی پہلو سے مجھ پر بھی اطلاق پاتی ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

شمس العارفین

اسی طرح ایک دفعہ جب میں لائل پور شہر میں وارد ہوا تو چوہدری عبدالاحد صاحب پروفیسر زراعتی کالج مجھے مل کر بہت خوش ہوئے اور مجھے اپنے گھر لے گئے کھانا کھلانے کے بعد دو تین گھنٹہ تک چوہدری صاحب مجھے اپنی بعض رویاء سناتے رہے جس میں ایک یہ بھی تھی کہ میں نے دیکھا کہ میں جنت کے ایک کمرہ میں ہوں۔ جہاں ایک بہت بڑا رجسٹر رکھا ہے اس رجسٹر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کے نام معہ ان کی تصاویر کے لکھے ہیں اور ساتھ ہی ان کے خطابات بھی اظہار مراتب کے طور پر مرقوم ہیں۔ چنانچہ میں نے بنظر اشتیاق اس رجسٹر کو دیکھنا شروع کیا اور مختلف صحابہ کے ناموں اور ان کی تصویروں کو دیکھا۔ دیکھتے دیکھتے ایک صفحہ پر "شمس العارفین مولوی غلام رسول راجیکی" کے الفاظ دیکھے اور آپ کی تصویر بھی دیکھی۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا اور اس وقت سے آپ کو ملنے کا بہت اشتیاق میرے دل میں پیدا ہوا۔

میں نے پروفیسر صاحب سے یہ رویا رسُن کر عرض کیا کہ" ایاز قدرِ خود بشناس"
کے مقولہ کے مطابق مجھے اپنی قدر اور حیثیت معلوم ہے۔ کہاں میں اور کہاں شمس العارفین
کا خطاب۔ اگر اس خطاب کا حقیقی مصداق اس زمانہ میں کوئی ہے تو وہ حضرت امام وقت
ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہیں ہاں ظلی طور پر بعض مناسبتوں کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ کوئی خادم
بھی اس ضیاء و نور سے حصہ پالے۔ حضرت مسیح پاک فرماتے ہیں ؎

احمد آخر زماں کز نور او
شد دل مردم زخور تاباں تیرے

(۷) رویتِ الٰہی و رویتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دفعہ میں نے رویا میں دیکھا کہ میں ایک ایسے مکان میں داخل ہوا ہوں۔
جس کے آگے ایک نہایت خوبصورت اور مزین شکل کا برآمدہ ہے۔ وہ برآمدہ کافی وسیع
معلوم ہوتا ہے اس برآمدہ میں چار کرسیوں پر چار اشخاص مجھے نظر آئے اور مجھے بتایا گیا
کہ ان چار ہستیوں میں سے فلاں ہستی اللہ تعالیٰ ہے اور فلاں سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں اور تیسری اور چوتھی ہستی کو میں نے خود پہچان لیا وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام
اور حضرت میاں چراغ دین صاحب لاہوری رضی اللہ تعالیٰ تھے۔ اس نظارہ کو دیکھنے
کے بعد میں دوسری حالت میں منتقل ہو گیا۔

اس رویا کے بعد حضرت میاں چراغ الدین صاحب کے مقام کے متعلق مجھے
خاص طور پر احترام ہے لیکن میرے ذہن میں یہ بات بھی آئی کہ سیدنا حضرت المصلح الموعود
کے الہامی ناموں میں سے ایک نام "چراغ دین" بھی ہے پس ہو سکتا ہے کہ چوتھی ہستی
کے وجود سے سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ مراد ہوں۔

یہ بھی امکان ہے کہ حضرت میاں چراغ دین صاحب کسی فطری مناسبت سے
اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے خاص فیضان کے ماتحت اس سعادت عظیم سے بہرہ ور کئے گئے
ہوں۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز۔ وبقول راقم ؎

چوں یہ بحرِ فیض آمد جوش از ربّ العلاء۔
ہمنشینیٔ سلیماں مور را گردد عطاء۔

(۸) رویتِ الٰہی کا آٹھواں واقعہ

جس سال حبیبی فی اللہ مکرم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب معہ اپنی بیگم صاحبہ کے ملک شام سے واپس آئے تو خاکسار ان دنوں جماعت احمدیہ کراچی کی درخواست پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت کراچی میں متعین کیا گیا۔ اس وقت اس جماعت کے امیر ایک انسپکٹر پولیس تھے۔ وہ میرے متعلق ایک عرصہ سے حسن ظن رکھتے تھے اور زیادہ تر ان ہی کی تحریک سے مجھے جماعت کراچی کی تربیت و اصلاح کے لئے بھجوایا گیا تھا۔ میرے وہاں پہنچنے پر انہوں نے ایک تقریب کی اور میرے متعلق بہت کچھ نیک خیالات کا اظہار بھی کیا۔

جب میں نے کچھ عرصہ وہاں قیام رکھا تو مجھے بعض معزز افراد جماعت نے متواتر یہ اطلاعات دیں کہ امیر صاحب جماعت مرکز کے ناظراں اور کارکنان کے متعلق سخت اعتراضات اور نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں اور اس طرح جماعت کے افراد میں مرکز سلسلہ کے متعلق بدظنی اور انتشار پیدا کرنے کا موجب ہو رہے ہیں چنانچہ انہوں نے اس ضمن میں بہت سی مثالیں پیش کیں۔

میں نے اس خیال سے کہ جب مرکز سلسلہ نے ان کو امارت کے عہدہ پر مقرر کیا ہے تو ان کو اس کا اہل سمجھ کر ہی کیا ہے باقی کمزوریاں اور نقائص عام طور پر انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ پس میں نے ان احباب کو جو فرداً فرداً میرے پاس آئے اچھی طرح سمجھایا کہ اگر وہ کسی بھائی کی کمزوری دیکھیں تو اوّل تو خطائے نظر تصور کر کے بدظنی سے بچیں اور اگر ان کو بغیر تجسس کے یقینی علم حاصل ہو تو کم از کم اس کی اصلاح کے لئے چالیس دن تک دعا کریں کہ اس کمزوری والے بھائی کی کمزوری اور نقص دور ہو اور اپنے نفس کو بدظنی سے بچائیں تاکہ ان بعض الظنّ اثم کے ارشاد سے خود ہی گناہ گار نہ ہو جائیں۔ نیز بتایا کہ کسی بھائی کی کمزوری اور عیب کی اشاعت کرنا بہت ہی معیوب ہے کیونکہ یہ غیبت ہے اور بعض مرویات میں اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَاءِ یعنی غیبت کا گناہ زنا کے گناہ سے بھی بعض اوقات سخت ہوتا ہے کیونکہ زنا کے الفاظ بھی آئے ہیں کیونکہ زنا انسان حتی الوسع چھپ کر

کرتا ہے لیکن غیبت سے ایک شخص کے متعلق تمام سوسائٹی میں بدظنی پھیل کر اسلامی جماعت کی روحانی اور اخلاقی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور سلسلۂ حقہ کی بدنامی ہوتی ہے میرے اس طرح سمجھانے کے باوجود بعض افراد نے اصرار کیا کہ امیر صاحب جماعت میں مرکز کے متعلق عیب چینی کی عادت ابھی تک پائی جاتی ہے اور اسکی اصلاح ضروری ہے۔

چونکہ امیر جماعت محکمہ پولیس کے ایک ہوشیار افسر بھی تھے انہوں نے اپنی حکمت عملی سے یا کسی خیال سے جس کی تہ میں ممکن ہے نیکی ہی ہو ایک دن اتوار کو مجھے دعوت پر بلایا جب کھانا کھا چکے تو انہوں نے سلسلۂ کلام کا رُخ مرکز سلسلہ کے افسران اور کارکنان کے خلاف پھیرا اور وہ تمام شکایت جو میں بعض دوستوں کی زبانی ان کے متعلق سُن چکا تھا۔ انہوں نے دُہرانی شروع کر دیں۔ میں نے ان کو درمیان میں روکنا پسند نہ کیا تاکہ وہ اپنے دل کا غبار نکال لیں۔ چنانچہ جب وہ سب کچھ کہہ چکے تو میں نے ان کو بطور ہمدردی اور خیر اندیشی سے کہا کہ آپ ایسے خیالات سے سچے دل سے توبہ کریں اس قسم کی بدظنیاں انسان کے ایمان کو فنا کر دیتی ہیں اور غیر مبائعین کا بد انجام بھی اسی وجہ سے ہوا ہے۔ گو آپ اپنے پیشہ کی وجہ سے اور لمبے عرصہ تک محکمہ پولیس کی ملازمت کی وجہ سے اپنی عادت تجسس اور بدظنی کی بنا چکے ہیں اور آپ کے محکمہ کا کام اسی تجسس اور شبہ پر چلتا ہے۔ لیکن شریعت حقہ حسن ظنی کی تعلیم دیتی ہے اور بدظنی کو تقویٰ کے خلاف قرار دیتی ہے۔

بدظنی کے متعلق ایک واقعہ

چنانچہ میں نے اپنے بیان کی تشریح میں یہ واقعہ بھی عرض کیا کہ ایک دفعہ ماہ رمضان میں ایک روزہ دار شخص باہر سے کام کر کے آیا اور شدت بھوک اور پیاس کی وجہ سے کھانا کھانے بیٹھ گیا اس نے بھول کر کھانا بھی کھایا اور پانی بھی پیا اور اسے روزہ کا مطلق خیال نہ آیا۔ اس کو اس حالت میں بعض دوسرے اشخاص نے دیکھکر لوگوں میں مشہور کرنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص روزے نہیں رکھتا۔ بعض اور لوگوں نے جو اس کے اخلاص اور پابندی شریعت کو جانتے تھے اس کی تردید کی اور کہا کہ وہ روزے رکھتا ہے اور آج بھی اس نے روزہ رکھا ہوا تھا

اس کے جواب میں ان معترضین نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے اس کو خود دن کے وقت کھانا
کھاتے اور پانی پیتے دیکھا ہے۔ وہ آج قطعاً روزہ دار نہ تھا۔ یہ تکرار اور شور و غوغا
سن کر بعض لوگ مسجد میں امام صاحب کے پاس پہنچے اور متنازعہ امر کا ذکر کیا ابھی وہ اس
بات کو بیان ہی کر رہے تھے کہ وہی شخص جس کے روزہ دار ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بحث
تھی اتفاق سے مسجد میں آگیا اور مسجد کے امام کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ میں ایک
مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں میں خدا کے فضل سے روزے رکھتا ہوں اور آج بھی روزے
سے تھا۔ لیکن جب باہر سے کام کاج کرتے ہوئے آیا تو آتے ہی بوجہ بھوک اور پیاس
کے غلطی سے بھول کر کھانا وغیرہ کھا لیا مجھے اس وقت روزہ قطعاً یاد نہ تھا بعد میں مجھے
یاد آیا کہ میں تو روزہ دار ہوں اور مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے اب شریعت کی رُو سے جو
فتویٰ ہو اس سے مطلع کیا جائے۔

اس شخص کی یہ بات سن کر دونوں فریق جو اُس کے متعلق جھگڑا کر رہے تھے
حیران و ششدر رہ گئے اور وہ لوگ جو اس کے متعلق بدظنی میں مبتلا تھے بہت ہی شرمندہ ہوئے
اس قسم کی بہت سی مثالیں دیکر میں نے جناب امیر صاحب پر بدظنی اور نکتہ چینی
کرنے کی عادت کی شناعت کو واضح کیا اور مرکزی کارکنوں کے درجہ اور مقام کے متعلق
روشنی ڈالی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب عطا کیا
ہے۔ مقدس مرکز میں قیام کی توفیق دی ہے اور خلافت راشدہ حقہ کے فیوض سے
براہ راست متمتع فرمایا ہے۔ امیر صاحب اس پر چپ ہو گئے اور دعا کے بعد مجلس برخواست ہو گئی
میں نے اس کے بعد اپنی ماہوار رپورٹ میں دفتر نظارت دعوۃ و تبلیغ میں اور
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں جماعت کراچی
اور اس کے امیر صاحب کے حالات اور خیالات کے متعلق بھی ذکر کر دیا اور جماعت کی اصلاح
کے لئے درخواست دعا کی ان دنوں جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر دعوۃ و تبلیغ
تھے اور مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ ان
کی جگہ پر قائمقام تھے۔ میری رپورٹ کے مرکز میں پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد مجلس مشاورت

کے موقعہ پر امیر صاحب جماعت کراچی قادیان آئے اور دفتر میں آکر میری رپورٹ بھی ملاحظہ
کرلی (محترم نیر صاحبؓ نے غلطی سے لیکن نیک دلی سے یہ رپورٹ ان کو دکھا دی۔ جس پر
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تادیبی کارروائی بھی فرمائی)

جب امیر صاحب مجلس مشاورت سے فارغ ہوکر واپس کراچی پہنچے تو مجھے ملے
اور کہنے لگے کہ میں آپ کی رپورٹ مرکز میں جاکر پڑھ آیا ہوں جو کچھ آپ نے میرے متعلق
لکھا ہے اس سے مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کس طرح کے آدمی ہیں پھر غضب آلود ہوکر
انہوں نے بہت سے نامناسب اور نازیبا کلمات میرے متعلق استعمال کئے حتیٰ کہ غصہ کی
حالت میں شیطان کا لفظ بھی انہوں نے مجھے کہا۔

خیر! جو کچھ انہوں نے کہا میں خاموشی اور تحمل سے سنتا رہا جب وہ اپنا غبارِ خاطر
نکال چکے۔ تو میں نے عرض کیا کہ میری نسبت جو الفاظ آپ نے استعمال کئے ہیں اگر فی الحقیقت
میں ایسا ہوں تو آپ نے ایک برے کو برا کہہ کر امر واقعہ کا اظہار کیا ہے لیکن اگر میں ایسا
نہیں جیسا کہ آپ نے میری نسبت کہا ہے تو آپ یاد رکھیں کہ آپ دنیوی حکومت کے معزز
کارکن ہیں اور میں بظاہر حقیر ہستی ہوں۔ لیکن سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لشکر کا سپاہی ہوں اور آسمانی حکومت کا نمائندہ ہوکر کراچی میں آیا ہوں آپ نے
میری نسبت سخت الفاظ استعمال کرکے میری توہین کی ہے اور مجھ پر ہی نہیں بلکہ آسمانی
حکومت پر بھی حملہ کیا ہے آپ نہیں مریں گے جب تک کہ آپ اس توہین کا خمیازہ نہ
بھگت لیں۔"

میں اتنا کہہ کر اپنی قیام گاہ پر چلا آیا اور امیر صاحب کی اس کارروائی سے
حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اطلاع کردی
میں تقریباً چھ ماہ تک کراچی میں رہا۔ لیکن اس کے بعد امیر صاحب میرے ساتھ بے اعتنائی
ہی برتتے رہے۔ اس کے بعد مرکز کے حکم سے میں واپس قادیان آگیا۔

ازاں بعد امیر صاحب جماعت کراچی کے متعلق قضاء و قدر نے ابتلاء کی
خطرناک صورت پیدا کی۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک سندھی پیر کے مریدنے

ایک عورت کو اغوا کر لیا اور مغویہ عورت کو پیر صاحب کے ہاں روپوش کر دیا اس کی اطلاع ملنے پر امیر صاحب جماعت جو انسپکٹر پولیس بھی تھے معہ پولیس گارڈ کے پیر صاحب کے گھر بغرض تفتیش پہنچے اور خانہ تلاشی کی بے حد کوشش کی۔ لیکن پیر صاحب اور ان کے مریدوں نے خانہ تلاشی نہ ہونے دی۔ آخر دنگا فساد تک نوبت پہنچی۔ جس میں انسپکٹر صاحب اور سپاہیوں کو شدید ضربات آئیں۔ مغویہ عورت تو مکان سے ادھر اُدھر کر دی گئی اور اُلٹا پولیس پر گھر کی پردہ نشین مستورات کی توہین کا مقدمہ دائر کر دیا گیا اس مقدمہ میں شاخ در شاخ کئی الزامات بنائے گئے اور انسپکٹر صاحب پولیس پر (۱۴) مقدمات مختلف لوگوں کی طرف سے دائر کرائے گئے اس دوران میں ان کو معطل کیا گیا اور کچھ عرصہ بعد انسپکٹر سے سب انسپکٹر بنا دیا گیا۔ اب انسپکٹر صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے مجھے نہایت دردمندانہ خط لکھا "کہ مجھے خوب معلوم ہو گیا ہے کہ یہ مصائب در مصائب اور ابتلا پر ابتلا مجھ پر کیوں آ رہے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کی توہین اور آپ کے متعلق درشت کلامی کا نتیجہ ہے جو مجھ نالائق اور عاصی سے سرزد ہوئی۔ آپ خدا کے واسطے مجھے معاف فرمائیں اور میرے حق میں دعا فرمائیں۔ اس کے بعد قادیان مقدس میں بھی آئے اور مجھ سے نہایت عاجزانہ طور پر معافی اور درخواست دعا کے ملتجی ہوئے۔

میں ان کو کہا کہ میں تو آسمانی سرکار کا ایک حقیر خادم ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک خلیفہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں اور ان کو راضی کریں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو معاف فرما دے۔ چنانچہ انہوں نے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی بار بار معافی اور دعا کے لئے عرض کیا اور مجھے بھی متواتر توجہ دلاتے رہے ان کی بار بار کی عاجزی اور انکساری سے اور اس خیال سے کہ ان کا ابتلاء اور مصائب شماتت اعداء کا باعث بن رہے ہیں اور جماعتی بدنامی کا موجب ہو گئے ہیں۔ میرا دل رقت اور درد سے بھر گیا اور میں نے خدا تعالیٰ کے حضور ان کی غلطی کی معافی اور ان کو ورطۂ مصائب سے نجات بخشنے کے لئے بہت دعا کی

رویتِ باری تعالیٰ

ایک رات جب میں اسی طرح دعا کرتا ہوا سویا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک اجتماعِ عظیم کے سامنے ایک بہت بڑے تخت پر جلوہ فرما ہیں۔ میں اس مجمع میں انسپکٹر صاحب موصوف کو لے کر اس غرض کے لئے چلا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطی کو معاف فرما دیں۔ جب میں اور انسپکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچے تو حضرت ربّ العالمین نے ہمیں دیکھ لیا اور حاضر ہونے کی غرض بھی معلوم کر لی اور بلند آواز سے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اس کی خطا اس صورت میں معاف ہو سکتی ہے کہ وہ ان الفاظ میں ہم سے معافی طلب کرے پھر جو الفاظ اللہ تعالیٰ نے تمام مجمع کے سامنے فرمائے اور سب نے سنے وہ مندرجہ ذیل تھے:۔

(۱) "اے خدا تجھے تیری اس رحمت کا واسطہ ہے جس کی تحریک سے تو نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا تا وہ لوگوں کو تیرے فیض سے مستفیض ہونے کے لئے دعوت دیں تو مجھے معاف فرما"

پھر دوسری دفعہ پہلے فقرہ کے بعد یوں فرمایا:۔

(۲) "اے خدا تیری اس رحمت کا واسطہ ہے کہ جس نے تجھے اس بات کا مستحق بنایا ہے کہ ساری مخلوق مستفیض ہونے کیلئے تجھ سے ہی دعا کرے تو مجھے معاف فرما"

میں نے صبح ہی انسپکٹر صاحب موصوف کو بلا کر یہ دعائیہ کلمات ان کو سکھا دیئے اور ساتھ ہی بشارت دی کہ سب مصائب اور ابتلاء اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلد ہی دور ہو جائیں گے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا ہی ہوا اور وہ جملہ مقدمات سے باعزت بری ہوئے اور تنزّلی کے بعد انسپکٹر پولیس کے عہدہ پر دوبارہ فائز ہو گئے اور پھر اسی عہدہ سے پنشن پر آئے۔

میں نے ان کا نام عمداً نہیں لکھا تا کہ استخفاف کی کوئی صورت پیدا نہ ہو اکثر احمدی ان کو جانتے ہیں۔ ان کی موجودہ زندگی بہت ہی مخلصانہ اور مجھ سے بھی

وہ بہت محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا اور ہم سب کا خاتمہ بالایمان والعرفان والرضوان فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(نوٹ:۔ افسوس ہے کہ اس کتاب کی کتابت کے وقت جناب انسپکٹر صاحب موصوف وفات پاچکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی اولاد اور لواحقین پر بھی اپنا فضل و کرم فرماتا رہے۔ مرتب)

خلافت حقہ کے متعلق آخری وصیت

(مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۵۱ء کو حضرت مولوی صاحب نے اپنے ایک خط بنام اپنے فرزند مولوی برکات احمد صاحب بی۔ اے واقف زندگی میں مندرجہ ذیل وصیت نامہ (منظوم) اپنی اولاد کیلئے تحریر فرمایا۔ اس میں ایمان و رشد اور خلافت حقہ احمدیہ کے متعلق ایک زریں اصل بھی بیان فرمایا ہے لہذا اس منظوم حصہ کو اس خط میں سے شائع کیا جاتا ہے)۔

اے میرے محسن، میرے پیارے خدا	میرا ہر اک ذرہ ہو تجھ پہ فدا
یہ کرم اور فضل تیرا بار بار	تیرے احسانوں کا ہو کیونکر شمار
نعمتیں افزوں ہیں از حد بیاں	شکر نعمت کی ہمیں طاقت کہاں
کھول کر تو نے یہ در فیضان کا	کر دیا ممنون ہے احسان کا
اب محبت، عشق کا اک جام بخش	اور اپنے وصل کا انعام بخش
جان و دل ہر دم رہے تجھ پر نثار	اور تیرے پر فدا ہوں بار بار
سارے خوبوں سے ہے تو ہی خوب تر	اور محبوبوں سے ہے محبوب تر
عشق تیرا جان کی اک جان ہے	اس سے ہی ایمان اور ایقان ہے
فضل سے اپنا ہمیں عرفاں بخش	اور اپنے عشق کا ایقان بخش
عشق سے ہوتے رہیں تجھ پہ فدا	جو رضا تیری ہو۔ ہو اپنی رضا
جو میری اولاد در اولاد ہو	اور دنیا میں کہیں آباد ہو

عشق سے تیرے رہیں سرشار وہ	اور دیں کے ہوں علمبردار وہ
ہر طرف وہ دین پھیلاتے رہیں	لوگوں کو تیری طرف لاتے رہیں
بخش انکو دولت و اقبال بھی	دین و دنیا میں ہوں مالا مال بھی
تیرے فضلوں سے بنیں ممتاز سب	صاحب مجد و علا و اعزاز سب
سارے خادم ہوں تیری سرکار کے	اور مالی ہوں تیرے گلزار کے
سارے ہی احمد نبی پر ہوں نثار	آلِ احمدؐ سے رہے سب کا پیار
آل احمد سے محبت جاوداں	ہے ہدایت اور ایماں کا نشاں
جب جماعت میں کبھی ہو اختلاف	میرے بچے مجھ سے سن لو صاف صاف
آلِ احمد سے وہ مل جائیں سبھی	اس سے گمراہی نہ پائیں گے کبھی
ہے یہی میری وصیت آخری	ہے عمل کرنا اسی پر بہتری
یاد رکھنا تفرقہ جب ہو عیاں	ہے خلافت ہی ہدایت کا نشاں
آل احمد اور خلافت ہو جدھر	سب میری اولاد ہو جائے ادھر
ہے ہدایت کا یہی معیار ایک	میرے پیارے اس سے ہونگے پاک و نیک
ہوتا ہوں رخصت پیارو آپ سے	یاد رکھنا بات اپنے باپ سے

سانپوں سے حفاظت کی دعاء

اسی طرح سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے عہد سعادت میں ایک دفعہ جبکہ خاکسار بھی حضور کی بارگاہ قدس میں حاضر تھا تو حضور اقدس ؑ کی خدمت میں افریقہ کے بعض احمدی احباب کا مکتوب پہنچا جس میں یہ ذکر تھا کہ جس خطہ میں ہم بود و باش رکھتے ہیں وہاں پر سانپوں کی بہت کثرت ہے جس کے باعث تکلیف کا سامنا ہے۔ اور ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے اس کے لئے حضور کی خدمت میں درخواست دعا ہے اور یہ بھی عرض ہے کہ اس خطرہ سے حفاظت میں رہنے کے لئے کوئی دعا یا وظیفہ تحریر فرمایا جائے اس درخواست کے جواب میں میرے سامنے حضور اقدس نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو فرمایا کہ انہیں لکھ دیا جائے کہ دو لفظ "قل" یعنی قرآن کریم کی آخری

سورتیں صبح و شام پڑھ لیا کریں۔ یہ دونوں سورتیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے باعث حرز و حفاظت ہوں گی (حضور کے الفاظ کا مفہوم عرض کیا گیا ہے) چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس دعائیہ وظیفہ سے جماعت کے وہ احباب خطرہ سے محفوظ رہے اور بہت سے دوسرے احباب نے بھی اس وظیفہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اب تک اٹھا رہے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

مالی مشکلات سے نجات

ایک دفعہ خاکسار اور مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قادیان دارالامان میں اکٹھا رہنے کا موقعہ ملا۔ ایک دن دوران گفتگو میں میں نے عرض کیا کہ آپ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی خاص واقعہ بتائیں حضرت مولوی صاحب رضی نے حضرت اقدس کی خاص برکات کا ایک واقعہ سنایا۔ آپ نے بیان کیا کہ میں ایک عرصہ تک مالی مشکلات میں مبتلا رہا اور کئی ہزار روپے کا مقروض ہو گیا۔ میں نے مالی مشکلات سے گھبرا کر بے چینی کی حالت میں حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور نہایت عاجزی سے اپنی مالی مشکلات کے ازالہ کے لئے درخواست دعا کی۔ اس پر حضور اقدس نے فرمایا میاں عبداللہ ہم بھی انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کریں گے لیکن آپ اس طرح کریں کہ فرضوں کی نماز کے بعد گیارہ دفعہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کا وظیفہ جاری رکھیں۔ چنانچہ حضور اقدس کے ارشاد کے مطابق میں نے کچھ عرصہ اس وظیفہ کو جاری رکھا اور خود حضور نے بھی دعا فرمائی خدا کے فضل سے تھوڑے ہی عرصہ میں میرا سب قرض اتر گیا اس کے بعد جب کبھی بھی مجھے مالی پریشانی ہوتی ہے تو میں یہی وظیفہ کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کشائش کے سامان پیدا فرما دیتا ہے یہ وظیفہ میں نے بارہا پڑھا ہے اور اس سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

حضرت مولوی صاحب رضی کی یہ بات سن کر میں نے عرض کیا کہ سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام تو اب وصال فرما چکے ہیں اگر حضور اس دنیا میں ہوتے تو آپ کی طرح ہم بھی حضور سے اس وظیفہ کی اجازت لے کر اس سے فائدہ اٹھاتے۔ کیا اب یہ ممکن ہے کہ ہم بھی اس وظیفہ سے کسی صورت میں آپ سے اجازت حاصل کر کے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب رضی نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا

کہ میں نے اب تک اور کسی شخص کو تو اس کی اجازت نہیں دی تھی۔لیکن آپ کی خواہش پر آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔ چنانچہ آپنے اس بابرکت وظیفہ کی مجھے اجازت فرمائی۔خاکسار بھی اب اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہے۔لہٰذا میں ہر اس احمدی کو جو میری اس تحریر سے آگاہ ہو سکے اور اس وظیفہ سے فائدہ اُٹھانا چاہے اپنی طرف سے اس وظیفہ کی اجازت دیتا ہوں۔

مختصر دُعائے استخارہ

ایک دفعہ قادیان دارالامان میں خاکسار کی ملاقات ایمہ ضلع ہوشیار پور کے ایک دوست سے جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ننھیال سے رشتہ دار تھے ہوئی۔میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کوئی بات حضرت اقدس علیہ السلام کی سنائیں تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن حضور اقدس سے دُعائے استخارہ کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ اگر مسنون دُعائے استخارہ یاد نہ ہو۔ان الفاظ کے ذریعہ استخارہ کر لیا جائے۔یَـا خَبِیْرُ اَخْبِـرْنِـی. یَابَصِیْرُ اَبْصِرْنِی یَاعَلِیْمُ عَلِّمْنِی ۔ان صاحب نے بتایا کہ میں استخارہ حضرت اقدس کے بتائے ہوئے انہی الفاظ میں کر لیتا ہوں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وظائف

ایک دفعہ میری موجودگی میں ایک شخص نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مریدوں کو کون سے وظائف اور اذکار بتایا کرتے تھے۔حضرت خلیفہ اوّلؓ نے جواباً فرمایا۔کہ حضرت اقدس علیہ السلام عام طور پر درود شریف، استغفار، لاحول، سورہ فاتحہ اور قرآن کریم کی تلاوت کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

یونس نبی کی دُعاء

ایک دفعہ میں قصور شہر میں ایک تبلیغی جلسہ کی تقریر پر گیا۔ وہاں ایک دوست نے

مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میں ان دنوں مشکلات اور مصائب سے گھرا ہوا تھا۔ اس لئے میں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست دعا کی اور یہ بھی عرض کیا کہ دعا کے طور پر کوئی وظیفہ بھی بتایا جائے۔ جسے میں پڑھا کروں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا آپ آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کثرت سے پڑھا کریں اور اس کا وظیفہ اس طرح کریں کہ رات کے وقت اگر موسم سرما ہو تو منہ لحاف یا رضائی میں ڈھانپ کر یہ آیت شریفہ پڑھیں اور پڑھتے پڑھتے سو جائیں۔ اس طرح کے عمل سے انشاء اللہ آپ کی تکالیف دور ہو جائیں گی۔

میں نے کہا یہ وظیفہ اس شان کا ہے کہ اگر انسان دریا کے اندر مچھلی کے پیٹ میں بھی محبوس ہو جائے تو اس ابتلاء سے بھی اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اسے نجات عطا فرما دیتا ہے قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات عطا فرمائی۔

میرا واقعہ اور یونس نبی علیہ السلام کی تسبیح

ایک دفعہ میں سخت بیمار ہو گیا اور میری حالت نازک ہو گئی باوجود ہر طرح کی کوشش کے کوئی علاج کارگر نہ ہو سکا۔ اطباء اور معالجوں نے میرے متعلق یاس آلود رائے کا اظہار کر دیا۔ اس نہایت ہی خطرناک اور نازک حالت میں مجھے الہام ہوا۔

"یاد آیا میکہ یونس بود اندر بطن حوت"

میں نے اس الہام کے متعلق کئی بزرگ ہستیوں سے مطلب دریافت کیا۔ لیکن کوئی توجیہہ تسلی بخش نہ ہو سکی تب میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی تفہیم کے لئے توجہ کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے سمجھایا گیا کہ اس الہام کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص کسی ایسے سخت ابتلا میں پھنس جائے جس سے بظاہر حالات نجات پانا نہایت دشوار ہو (جیسے حضرت یونس نبی علیہ السلام کے وہ ایام تھے جو آپ کو مچھلی کے پیٹ (بطن حوت) میں گزارنے پڑے جو ابتلاء کے لحاظ سے اس قدر سخت تھے کہ ان سے نجات ناممکن نظر آتی تھی) تو ایسے شخص کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

کے مبارک الفاظ میں تسبیح کرنی چاہئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نازل ہو کر ایسے ابتلاء سے نجات ملتی ہے۔

چنانچہ اس تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بہت جلد مجھے بظاہر اس مایوس کن مرض سے شفا عطا فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

سفر اور روحانی زندگی

مجھے اپنی زندگی میں کثرت کے ساتھ سفر اختیار کرنے پڑے ہیں۔ اور تبلیغی اغراض کے ماتحت میں نے ہندوستان کے طول وعرض میں ہر علاقہ اور تقریباً ہر بڑے شہر کی طرف سفر کیا ہے۔ یہ بات میرے تجربہ میں آئی ہے کہ سفر اور غریب الوطنی کی زندگی خشوع وخضوع اور توجہ الی اللہ پیدا کرنے کے لئے بہت ہی مفید ہو سکتی ہے اور کبر وناز نفس اور قساوتِ قلبی کی اصلاح کیلئے بہت ممد ہے۔ میں نے اس بارہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مندرجہ ذیل کلام بہت ہی موزوں اور مناسب پایا ہے ؎

تَغَرَّبْ عَنِ الْاَوْطَانِ اِنْ تَبْتَغِی الْعُلٰی
وَ سَافِرْ فَفِی الْاَسْفَارِ خَمْسُ فَوَائِدٍ
تَفَرُّجُ ھَمٍّ وَاکْتِسَابُ مَعِیْشَۃٍ
وَعِلْمٌ وَآدَابٌ وَصُحْبَۃُ مَاجِدٍ

یعنی اگر تجھے اس بات کی آرزو ہے کہ سفلی زندگی سے نجات حاصل کر کے مراتب عالیہ تجھے نصیب ہوں تو غریب الوطنی اور مسافرانہ زندگی اختیار کر کیوں کہ سفر اختیار کرنے سے تجھے پانچ قسم کے فوائد حاصل ہونگے

اوّل طبیعت جن ہموم وتفکرات کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہے ان سے ہلکی ہو جائے گی دوسرے روزی کمانے کی کوئی صورت پیدا ہو سکے گی۔ تیسرے حصول علم کا فائدہ پہونچ سکے گا۔ چوتھے مختلف قسم کے آداب اور تہذیب وتمدن کے طریقوں سے واقفیت حاصل ہو جائے گی۔ پانچویں اس سے بزرگ ترین ہستیوں کی صحبت کا فائدہ بھی پہونچے گا۔

ایک تادیب نما واقعہ

۱۹۱۳ء میں خاکسار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہٗ کے زیر علاج تھا ایک دن جب میں اپنی طبیعت کا حال بتانے اور دوائی لینے کیلئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت اور بھی بہت سے لوگ حضور کے گرد حلقہ نشین تھے۔ اور آپ بیماروں کا حال دریافت کرنے اور ان کو ادویہ بتانے کی طرف متوجہ تھے۔ اسی اثناء میں ایک صاحب ہندوستان کے کسی دور کے علاقہ سے آئے وہ اپنے ساتھ پھلوں کا ایک ٹوکرا حضرت کے حضور پیش کرنے کیلئے لائے تھے۔ انہوں نے ٹوکرا حضور کے قریب رکھ دیا اور پھر بار بار حضور کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ جناب میں آپ کیلئے ٹوکرا پھلوں کا لایا ہوں۔ حضرت چونکہ بیماروں کی طرف متوجہ تھے اس لئے ان کو جواب نہ دے سکے جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میں بیماروں کے علاج معالجہ میں مصروف تھا اور چونکہ وہ دیر سے میری انتظار میں تھے اور مزید روکنا ان کیلئے باعث تکلیف تھا اس لئے میں نے ان کو پہلے فارغ کر لینا مناسب سمجھا۔ پھر آپ نے ایک نہایت ہی پُر حکمت اور پُر معرفت بات بیان فرمائی جو ہمیشہ مجھے یاد رہتی ہے اور میرے دل پر اس کا بہت گہرا اثر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص محبت سے کسی کے پاس کوئی تحفہ پیش کرتا ہے وہ دل میں یہ خیال کرتا ہے کہ میرا یہ تحفہ کسی معاوضہ کے طور پر نہیں بلکہ بطور احسان کے ہے۔ لیکن اس خیال کے ساتھ ہی وہ یہ بھی سمجھ سکتا ہیکہ جس طرح میرا تحفہ پیش کرنا تحفہ قبول کرنے والے پر احسان ہے اسی طرح تحفہ قبول کرنے والے کا تحفہ پیش کرنے والے پر بھی احسان ہوتا ہے مثلاً یہ صاحب جو دور سے ہمارے لئے بطور تحفہ پھلوں کا ٹوکرا لائے ہیں اگر ہم اس تحفہ کو رد کر دیں اور قبول نہ کریں تو اس سے ان کو کس قدر تکلیف پہنچے گی۔ اور اگر ہم اس کو قبول کر لیں تو اس سے ان کو خوشی اور مسرت حاصل ہوگی۔

اس نکتہ معرفت وحکمت سے مجھے بہت ہی فائدہ پہنچا۔ اس کے بعد جب بھی مجھے کسی بزرگ ہستی کو اظہار عقیدت کیلئے کوئی حقیر تحفہ یا نذرانہ پیش کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور وہ تحفہ قبولیت کا شرف حاصل کر لیتا ہے تو بجائے اس کے کہ میں اپنے خیال میں اپنا احسان

محسوس کروں میں تحفہ قبول کرنے والے بزرگ یا دوست کا اپنے آپ کو زیر احسان سمجھتا ہوں کہ اس نے میرے حقیر تحفہ کو رد نہ کر کے مجھے ندامت اور تکلیف سے بچا لیا۔

حضرت کا یہ نکتہ معرفت اپنے ماخذ کے لحاظ سے قرآن کریم سے ہی لیا گیا ہے قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے قربانی کرنے کا ذکر ہے لیکن ان میں سے صرف ایک بیٹے کی قربانی بوجہ تقویٰ شعاری کے قبول ہوئی اور دوسرے کی قربانی رد کر دی گئی۔

مباحثہ مانگٹ اونچے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے عہد سعادت میں جب میں لاہور میں جماعت کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ کیلئے مقیم تھا تو چند دن کیلئے مجھے اپنے سسرال موضع پیر کوٹ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ جانے کا اتفاق ہوا۔ پیرکوٹ سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک بڑا گاؤں مانگٹ اونچے واقع ہے جہاں خدا کے فضل سے آج کل بہت بڑی جماعت ہے۔ لیکن اُن ایام میں صرف چند افراد احمدی تھے جو بہت ہی مخلص اور پُر جوش تھے۔ ان میں سے چوہدری ناصر دین صاحب چوہدری چوہڑ خان صاحب، میاں محمد دین صاحب مانگر اور چوہدری جہاں خاں صاحب۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے اور چوہدری جہاں خاں صاحب کے علاوہ سب کے سب حضرت مولانا حکیم جلال دین صاحب پیرکوٹی کے تعلق اور تبلیغ سے احمدی ہوئے تھے۔

آخری صحابی چوہدری جہاں خاں صاحب نے اس وقت بیعت کی جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری دفعہ لاہور تشریف لائے۔ حضور اقدس کے وصال سے ایک دو دن قبل میں نے حضورؑ کی خدمت میں چوہدری جہاں خاں صاحب کو پیش کر کے ان کی بیعت کرائی اور میرے علم کے مطابق ان کے بعد اور کسی شخص کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا موقعہ نہیں ملا کیوں کہ حضور اقدس اس کے بعد اچانک بیمار ہو گئے اور پھر حضورؑ کا وصال ہو گیا لہٰذا میری دانست میں چوہدری جہان خاں صاحب حضرت اقدس کے آخری صحابی ہیں واللہ اعلم بالصواب

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے مناظرہ

جب میں پیرکوٹ آیا تو مانگٹ کے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان مناظرہ کرانے کی تحریک ہو رہی تھی۔ غیر احمدیوں نے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو منتخب کیا اور احمدیوں کی طرف سے مجھے مقرر کیا گیا۔ چنانچہ مقررہ تاریخوں پر میں لاہور سے اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹ سے مانگٹ اونچے پہونچ گئے یہ غالباً ۱۹۱۰ء کا واقعہ ہے اس بحث کے موقعہ پر لوگ دور دراز سے جمع ہوئے۔ حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی رضی اللہ عنہ وزیرآباد سے پہونچ گئے حضرت مولوی غوث محمد صاحب رضی سعد اللہ پور سے آئے اور مولوی غلام رسول صاحب لنگہ ضلع گجرات سے آگئے۔ یہ مناظرہ ہزارہا کے مجمع میں دو دن تک جاری رہا پہلا موضوع بحث وفات مسیح اور دوسرا ختم نبوت اور صداقت مسیح موعود قرار پایا۔

جب آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے متعلق بحث شروع ہوئی تو مولوی محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو یا عیسیٰ کہہ کر مخاطب کیا تو عیسیٰ کے مفہوم میں عیسیٰ مع جسم اور روح مراد تھا اور ان دونوں کا مجموعہ متوفیک اور رافعک کی ضمیر مخاطب میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ ضمیر مخاطب کا مرجع عیسیٰ ہی ہے۔ اور جب رافعک کی ضمیر مخاطب کا مرجع عیسیٰ ٹھہرا تو رفع بھی روح مع جسم دونوں کا وقوع میں آیا اور اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ مع جسم کے مرفوع الی السماء ہو گئے۔

اس کے جواب میں جو کچھ میں نے عرض کیا وہ خلاصۃً یہ تھا کہ۔

(۱) رافعک سے پہلے متوفیک کا لفظ ہے اور متوفیک کے لفظ کا رافعک سے پہلے ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ رفع جو توفی کے وقوع کے بعد ہوا روح کا رفع ہے نہ کہ جسم مع روح کا۔ اس لئے مولوی صاحب کا استدلال درست نہیں۔

(۲) رافعک الی کے فقرہ میں رفع سے رفع الی السماء مراد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ یہاں پر رفع الی اللہ کو پیش کیا گیا ہے اور اس سے مراد بلحاظ قرب الٰہی رفع درجات ہے اسکی مثال قرآن کریم میں یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰہُ بِھَا وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ ع

ان دونوں آیات میں رفع سے مراد روحانی رفع بلحاظ رفع درجات ہی ہے اور دوسری آیت میں اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ کے الفاظ بھی موجود ہیں جس کے مقابل آسمانی رفع اور جسمانی رفع کی طرف اشارہ پایا جاسکتا ہے پھر بھی یہاں پر رفع جسم مراد نہیں لیا جاتا بلکہ رفع درجات سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سجدوں کے درمیان کی دعا میں وارفعنی کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس میں بھی رفع سے مراد رفع درجات ہی ہے۔ اسی طرح حدیث اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ میں ساتویں آسمان تک کے رفع کا ذکر ہے لیکن پھر بھی اس سے مراد روحانی اور درجات کا رفع لیا جاتا ہے۔

ان آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہوئے میں نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور انسان مفعول ہو اور فعل رفع ہو تو اس سے مراد رفع درجات ہی ہوتا ہے۔

مولوی ابراہیم صاحب کی طرف سے تردید

میرے اس بیان پر مولوی ابراہیم صاحب نے دو باتیں بطور تردید پیش کیں

ایک یہ کہ متوفیک دراصل رافعک کے بعد بصورت مقدم و موخر پایا جاتا ہے۔ اس کی تائید میں انہوں نے سورۃ نحل کی آیت وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۔ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ پیش کی۔ جس میں ان کے خیال میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے

دوسری بات انہوں نے یہ پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مع جسم کے آسمان پر گئے تھے جو قرآن کریم میں بھی سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ سے ثابت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع جسمانی اور صعود الی السماء انسان کے لئے ناممکن نہیں

میرا جواب

پہلی بات کے متعلق میں نے جواب دیا کہ قرآن کریم کی کسی آیت یا لفظ کو مقدم و موخر کرنا یہ وہی تحریف ہے جو یہودی کیا کرتے تھے اور جس کی قرآن کریم میں مذمت کی گئی ہے باقی رہا مولوی صاحب کا سورہ نحل کی مذکورہ بالا آیت سے استدلال کو یہ بالکل نادرست ہے اس میں مقدم فقرہ یعنے واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم معانی کے اعتبار سے اور واقعتہً بھی مقدم ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے موخر فقرے میں یہ نہیں فرمایا کہ

وجعل لکم الاذن والعین والقلب بلکہ جعل لکم السمع والبصرو الافئدة فرمایا ہے ۔ ر یہ ظاہر ہے کہ سمع یعنی سننے کا فعل اور بصر یعنی دیکھنے کا فعل اور فو ٔاد یعنی سمجھنے کا فعل ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد بچہ کو میسر آتا ہے نہ کہ ماں کے پیٹ کے اندر لعلکم تشکرون کے فقرے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ شکر اور قدر دانی کی نعمت تو اسی بات پر موقوف ہوسکتی ہے کہ شکم مادر سے نکلنے کے بعد بچہ کے سننے دیکھنے اور سمجھنے کے ذریعہ سے اسے ان نعمتوں کے شکر کا موقعہ ملے ورنہ خالی ظرف کے طور پر اذن ہو لیکن اس میں سماعت نہ ہو۔ عین یعنی آنکھ ہو لیکن اس میں بصارت نہ ہو۔ قلب ہو لیکن اس میں ذہانت اور احساس نہ ہو۔ تو یہ کون سا شکر کا محل ہے میری اس تشریح پر علمی طبقہ کے سب لوگ جو مجلس مناظرہ میں موجود تھے۔ کہنے لگے کہ مولوی ابراہیم صاحب نے مقدم وموٴخر کی مثال ایسی پیش کی ہے۔ کہ ہم نے سمجھا کہ اس کا جواب غلام رسول راجیکی سے نہ بن آئے گا۔ لیکن انہوں نے اس آیت میں اس کا جواب نکال کر لوگوں کو حیران کر دیا۔

علاوہ اس جواب کے میں نے تقدیم کے متعلق تردیداً یہ امر بھی پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جو ترتیب قائم فرمائی ہے اس ترتیب الفاظ میں ایک ایسا اعجازی نظام پیش فرمایا ہے کہ کوئی شخص ان الفاظ کے ترتیب کو بدلنا چاہے تو اس سے معنوی ترتیب میں اختلال اور بگاڑ واقع ہو جاتا ہے اور فطرت اس الارم سے متنبہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً اسی فقرہ میں متوفیک کو اگر رافعک کے بعد رکھا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وعدہ تطہیر اور غلبہ متبعین سے پہلے وفات کا ہونا ضروری ہے لیکن تطہیر کا وعدہ تو پورا ہو چکا۔ اگر متوفیک کو مطہرک کے بعد رکھا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ابھی غلبہ متبعین نہیں ہوا حالانکہ نصاریٰ کو یہود پر بالبداہت غلبہ حاصل ہو چکا ہے اگر متوفیک کے لفظ کو وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَومِ الْقِیَامَۃِ کے بعد رکھا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ غلبہ متبعین کی بشارت اور وعدہ جو، قیامت تک ہے اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہ ہوگی بلکہ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے اب یہ عجیب بات ہے کہ قیامت تک تو حضرت عیسیٰ کی وفات نہ ہوگی اور

قیامت قائم ہونے پر جب سب لوگوں کا حشر ونشر ہوگا تو عیسیٰ کے متعلق وعدہ توفی پورا ہوگا یہ سب خرابی ترتیب الفاظ کی تقدیم وتاخیر سے واقع ہوتی ہے جس کیلئے قرآن کریم کے معجزانہ کلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

دوسری پیش کردہ بات کا جواب

دوسرے مولوی ابراہیم صاحب نے رفع جسم کے ثبوت میں واقعہ معراج کو پیش کیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ شب معراج کا واقعہ اس خاکی جسم کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک خاص نورانی وجود کے ساتھ تھا جو اہل کشف یا اہل اللہ کو حالت کشف ورویاء میں دکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت آیۃ کریمہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً الخ سے ملتا ہے اور اسی طرح سورہ نجم کی آیۃ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَایٰ سے بھی ان دونوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ معراج کا واقعہ ایک رویا اور قلبی وروحانی کیفیت تھی پھر صحیح بخاری میں واقعہ معراج کی تشریح میں فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور دوسری قرأت میں فَاسْتَيْقَظْتُ وَاَنَا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بعض صحابہ کی روایت سے متفق ہو کر یہ الفاظ بھی فرمائے ہیں۔کہ مافقد جسد رسول اللہ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کا خاندان روحانی معراج کا ہی قائل تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے قرآن کے حاشیہ میں وما جعلنا الرویاء سے معراج کا واقعہ ہی لیا ہے اور ما کذب الفوأد سے بھی کشفی نظارہ مراد لیا ہے۔

ایک جواب میری طرف سے یہ بھی دیا گیا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومن یعنی نماز مومن کا معراج ہے اب اگر کسی اور مومن کے لئے نماز معراج نہ بھی ہو تو کم از کم آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تو ضرور معراج ہونی چاہئے۔ پس جب آنخضرت صلعم نماز میں جسمانی طور پر مسجد میں اور زمین پر ہی موجود رہتے اور روحانی مقام کی بلندی حاصل ہونے کی وجہ سے آپ کی یہ حالت معراج کہلاسکتی تھی اسی طرح آپ کے دوسرے معراج اور اسراء کی کیفیت بھی روحانی صورت رکھتی ہے۔

اس مناظرہ کا خدا کے فضل سے سامعین پر بہت اچھا اثر پڑا اور اس موقعہ پر پچاس

آدمیوں نے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ ان کے نام اخبار بدر میں بھی ان دنوں شایع ہو گئے تھے۔

ایک لطیفہ اس بحث کے اختتام پر مولوی ابراہیم صاحب نے اٹھ کر تمام حاضرین کے سامنے کہا کہ یہ بحث دین کے مسائل کی تحقیق کے لئے تھی جواب ختم ہو گئی ہے۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی میرے دوست ہیں اور ان سے بارہا مجھے مناظرہ و بحث کرنے کا موقع ملا ہے۔ اگر وہ احمدی ہیں یا میں اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا ہوں تو یہ اپنی اپنی مرضی ہے۔ "موسیٰ بہ دین خود۔ عیسیٰ بہ دین خود" جب یہ فقرہ مولوی ابراہیم صاحب کے منہ سے نکلا تو جن لوگوں نے ان کو دعوت دے کر بلایا ہوا تھا۔ انہوں نے . . . .
اپنی جہالت کی وجہ سے یہ سمجھا کہ مولوی صاحب نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو بے دین (بدین) کہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے شور ڈال دیا اور آوازے کسے کہ یہ مولوی تو احمدیوں سے بھی زیادہ بیدین اور گمراہ ہے کہ دو بزرگ نبیوں کو بے دین کہتا ہے اور بحث کا نتیجہ بھی حنفیوں کے حق میں اچھا نہیں نکلا کہ ہمارے پچاس آدمی ہم سے نکل کر احمدیوں میں شامل ہو گئے ہیں۔

چنانچہ جب مولوی ابراہیم صاحب نے واپسی کے لئے ان سے گھوڑی اور ایک آدمی گھوڑی کو واپس لانے کے لئے مانگا اور سیالکوٹ جانے کے لئے کرایہ طلب کیا تو بلانے والوں نے ناراض ہو کر کہا ایسے شخص کو جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو بے دین کہا ہے ہم سواری کے لئے گھوڑی اور کرایہ کے لئے رقم نہیں دے سکتے۔ مولوی ابراہیم صاحب نے انکو بہت کچھ سمجھایا کہ انہوں نے ان کے فقرے کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ لیکن دیہاتی لوگ بوجہ کم علمی ان کی بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور مولوی صاحب کی تذلیل پر آمادہ ہو گئے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مناظرہ میں سلسلہ حقہ کو بہت بڑی کامیابی نصیب ہوئی اور حق کا بول بالا ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

چک لوہٹ ضلع لدھیانہ میں مباحثہ

چک لوہٹ کے احمدی احباب کی درخواست پر ایک دفعہ ہم وفد کی صورت میں جس میں

حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے گئے۔ وہاں دوران تقریر میں ایک صاحب نے میرے پنجابی رسالہ الموسومہ "جھوک مہدی والی" کے ایک شعر کے متعلق سوال کیا جس کے جواب دیئے جانے پر خدا تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان جوابات کو ایسا مؤثر بنایا کہ پچاسی افراد بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

پھر اسی گاؤں میں وہاں کے احمدی دوستوں کی درخواست پر ایک دفعہ خاکسار اور حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں گئے اور احباب جماعت کی یہ خواہش تھی کہ ہم کچھ دن وہاں قیام کر کے تقاریر کریں اور درس و تدریس کے ذریعہ جماعت کی تربیت و اصلاح کریں۔ چنانچہ میں نے ہر روز صبح کے وقت وہاں درس دینا شروع کر دیا۔ اس درس میں بعض غیر احمدی بھی شامل ہوتے رہے۔

ایک دن گاؤں کے نمبردار چوہدری خاں محمد صاحب بھی حلقہ درس میں شامل ہوئے درس سننے کے بعد کہنے لگے کہ آپ تو لوگوں کو یکطرفہ درس سناتے ہیں۔ جب تک ہماری طرف سے بھی کوئی عالم بالمقابل آپ کی باتوں کا جواب نہ دے۔ ہمیں حقیقت کس طرح معلوم ہو۔ جب ہماری طرف سے ہر طرح آمادگی کا اظہار کیا گیا تو چوہدری صاحب روپڑ ضلع انبالہ میں جا کر اپنے ساتھ آٹھ غیر احمدی علماء جن میں سے اکثر مولوی فاضل تھے لے آئے ان میں سے سب سے بڑے عالم مولوی محمد عبد اللہ صاحب فاضل تھے جو تمام علاقہ میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ یہ سب علماء اپنے ساتھ صدہا کتب بھی بحث کے لئے لائے تھے

تیسرے دن بارہ بجے دوپہر سے تین بجے بعد دوپہر تک مناظرہ کا وقت مقرر ہوا۔ احمدیوں کی طرف سے خاکسار مناظر اور حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ صدر مقرر ہوئے اور غیر احمدیوں کی طرف سے چوہدری خاں محمد صاحب صدر اور مولوی محمد عبد اللہ صاحب فاضل مناظر مقرر ہوئے۔ بحیثیت مدعی پہلی تقریر آدھ گھنٹے کی میری تھی جس میں میں نے صداقت مسیح موعود کے دلائل مع دلایل وفات مسیح بیان کئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق بھی تشریح کی۔

جناب مولوی صاحب نے اپنی جوابی تقریر میں یہ فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبین ہیں۔اس لئے آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ جو بھی آپؐ کے بعد دعویٰ نبوت کا کرے وہ دجال ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال ہوں گے۔پس مرزا صاحب کو اگر احمدی دجالوں کی فہرست میں شامل کرلیں تو خیر۔ورنہ وہ سچے نبی اور مامور نہیں ہوسکتے صحیح مسلم میں بھی آیا ہے کہ اَنَا آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا آخِرُ الْمَسَاجِدِ یعنی میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے لہٰذا جب آنحضرت آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

میں نے اپنی بعد کی تقریروں میں ان باتوں کا مفصّل جواب دیا۔اور بتایا کہ مولوی صاحب نے میرے دلائل کو جو وفات مسیح کے متعلق میں نے پیش کئے ہیں چھوا تک نہیں اور نہ ہی انبیاء کی صداقت کے معیاروں کی جو میں نے پیش کئے ہیں تردید کی ہے جس سے ثابت ہوا کہ مولوی صاحب کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰؑ وفات پاچکے ہیں اور اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں تو تمام کتب حدیث میں جو وعدہ مسیح کی آمد کا ہے اور مسیح موعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہو کر آنا ہے اس کا کیا مطلب ہے اور جب آنے والے مسیح موعود کو اسی صحیح مسلم میں چار دفعہ ''نبی اللہ'' کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصبِ نبوّت سے انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد آپ کی اتباع میں احکام شریعت کی ترویج و اشاعت کیلئے نبی آسکتا ہے ہاں دجال وہ ہوگا جو ناسخ شریعت ہونے کا دعوے کرے یا امت محمدیہؐ سے باہر ہو کر بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کے نبی ہونے کا مدعی ہو۔

باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد انا آخر الانبیاء تو اس سے مراد شریعت لانے والے انبیاء میں سے آخری نبی کے ہیں اور ان الفاظ کی تشریح حدیث کے دوسرے حصہ سے ہوتی ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا و مسجدی ھذا آخر المساجد یعنی میری مسجد آخری مسجد ہے پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے آخر المساجد ہونے کے باوجود ہزارہا مساجد اس کے بعد اسلام میں بنائی گئی ہیں۔اور آئندہ بھی قیامت تک بنائی جائیں گی کیونکہ یہ مساجد آنحضرت کی مسجد کے منشا اور طریق کے خلاف نہیں بلکہ اس کی نیابت

اور نمونہ پر ہیں۔اسی طرح آنحضرت کے آخرالانبیاء ہونے کے باوجود آپؐ کی نیابت میں اور آپؐ کے افاضہ روحانی سے مستفیض ہو کر مقام نبوت حاصل ہو سکتا ہے اور ایسے امتی نبی کا ہونا آنحضرتؐ کے آخرالانبیاء ہونے کے منافی نہیں اور یہی صحیح معنے ہیں جو آئمہ اسلام نے بیان کئے ہیں۔ چنانچہ میں نے امام محمد طاہرؒ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حضرت عبدالکریم جیلانیؒ حضرت محی الدین ابن العربی حضرت ملا علی قاریؒ کے اقوال اور بیانات کے حوالے پیش کئے اور حدیث لا نبی بعدی کی بھی تشریح کی۔

میری اس تقریر کے جواب میں غیر احمدی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہم سواد اعظم ہیں اور جس پر لوگوں کی اکثریت متفق ہو وہ ہدایت ہی ہوتی ہے۔

اس کے جواب میں میں نے بتایا کہ قرآن کریم میں مَا کَانَ اَکْثَرُ ھُمْ مُؤْمِنِیْنَ قَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ کے فقرات وارد ہوئے ہیں یعنی مومن تھوڑے ہوتے ہیں اور کافر اور غیر مومنوں کی اکثریت ہوتی ہے پھر قرآن کریم میں یہ بھی وارد ہے کہ اِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ امت محمدیہؐ کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔جن میں سے سوائے ایک فرقہ کے سب دوزخی ہوں گے۔غرض میں نے اکثریت کی حقیقت کو اچھی طرح واضح کیا۔

میرے مقابل پر مولوی محمد عبداللہ صاحب کے علاوہ دوسرے علماء بھی باری باری بولتے رہے اور احمدیوں کی طرف سے خاکسار اکیلا ہی اللہ تعالیٰ کی توفیق و نصرت اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے جواب دیتا رہا۔

ابھی بحث کے مقررہ وقت سے آدھ گھنٹے کے قریب باقی ہی تھا کہ جناب چوہدری خان محمدؓ صاحب جو ان غیر احمدی علماء کو دعوت دیکر روپڑ سے ان کو ساتھ لائے تھے اور ان کے جلسہ کی صدارت کر رہے تھے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دونوں فریق کے مناظروں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز سے کہنے لگے کہ میں علماء کو روپڑ سے خود لایا تھا۔اس کی غرض ہار جیت نہ تھی اور نہ کوئی تعصّب و بغض تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میری اصل غرض حق جوئی اور حق طلبی تھی۔اس وقت تک جس قدر بحث ہو چکی ہے اس کے سننے سے میرا مقصد بخوبی حاصل

ہو گیا ہے اور میں نے منصفانہ طریق پر سمجھ لیا ہے کہ حق کس طرف ہے اور باطل کس طرف میں اپنے علماء کو عالم اور ایماندار سمجھ کر لایا تھا لیکن اب اس بحث کے بعد میرا حسن ظن ان کے متعلق بدل گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان علماء نے احمدی عالم کے سامنے دھوکا اور فریب کی باتوں کو پیش کیا ہے اور بدکلامی اور بدتہذیبی سے کام لیا ہے۔ ان کے مقابل پر احمدی مناظر نے نہایت شرافت اور تہذیب کا نمونہ اور عالمانہ شان دکھائی ہے۔ جس سے میرے دل پر گہرا اثر پڑا ہے پس میں علی وجہ البصیرت اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے کسی بحث کی ضرورت نہیں جن علماء کو میں لایا ہوں وہ اب میری طرف سے رخصت ہیں اور میں ان سے علیحدگی کا اظہار کرتا ہوں۔ چوہدری خان محمدؐ صاحب کے اس اعلان پر کئی اور افراد نے بھی احمدیت کو قبول کرنے کا اعلان کیا اور غیر احمدی علماء چار بجے سے پہلے چک لوہٹ سے بہت حسرت اور بے آبروئی سے رخصت ہو کر واپس چلے گئے

خدا تعالیٰ کی خاص نصرت اور فضل سے عین اس موقعہ پر آٹھ افراد نے بیعت کر کے سلسلہ حقہ کو قبول کر لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

موجودہ زمانہ میں مناظروں کا طریق اور اُنکی قباحت

میں جب عالم شباب میں تھا اور احمدیت کے قبول کرنے پر ابھی چند سال ہی گزرے تھے تو میرے اندر روحانی قوت کا شدت سے تموج محسوس ہوتا تھا۔ خدا کے پیارے نبی و رسول یعنے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ حیات تھا۔ نزول وحی کے تازہ بتازہ الوارد فیوض و برکات کی پیہم بارش ہوتی تھی ایک طرف وحی کی بشارت سن رہے ہیں اور دوسری طرف نئے نئے نشانات اور خوارق رونما ہو رہے ہیں۔ الغرض وہ زمانہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور برکتوں کا عظیم الشان زمانہ تھا روزانہ خدا کی ہزاروں مخلوق کے قلوب اور ارواح کو طہارت اور نور کے پانی سے غسل دیا جاتا تھا۔

لیکن جب سے سلسلہ مناظرات اور مباحثات کا شروع ہوا اور مجھے بامر مجبوری ان میں حصہ لینا پڑا تو میری اس روحانی حالت کو بہت نقصان پہنچا۔ ان مباحثات

اور مناظرات میں جو موجودہ زمانہ میں ہوتے ہیں غیروں کی طرف سے شاذ ہی تحقیق حق اور حق جوئی کا مقصد مد نظر رکھا جاتا ہے اگر مناظرے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ختم کے ماتحت کھیلتے اور انہیں دعوے اور اس کے دلائل اپنی اپنی الہامی کتاب سے پیش کئے جاتے اور بعض مذہبی محاسن اور خوبیوں کے ظاہر کرنے تک بات رہتی تو یہ قباحتیں اور فساد لازم نہ آتے جو اب دیکھنے میں آتے ہیں۔

مناظروں میں قباحت کی وجہ

مناظروں میں ان برائیوں کے رائج ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جب عیسائی پادریوں اور آریہ مہاشوں اور پنڈتوں نے یہ دیکھا کہ قرآن کریم کی مدلل اور کامل تعلیم کے کسی حصہ کا بھی وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور عقاید، اعمال، اخلاق، حقوق اللہ و حقوق العباد یا التعظیم لامر اللہ و شفقت علیٰ خلق اللہ کے متعلق اسلام کی تعلیم سب پر فائق ہے تو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے انہوں نے سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہ سمجھا کہ مذہبی محاسن اور خوبیوں کے بیان کو چھوڑ کر ذاتیات پر اتر آئیں اور اسلام اور اہل اسلام اور حضرت بانی اسلام اور پیغمبر اسلام پر گند اچھالنا اور ان کو گالیاں دینا اور سب و شتم کرنا شروع کر دیا۔ ان گالیوں اور اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے سے ان کی غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ مسلمان ان اعتراضات اور بد زبانی کے جواب دینے میں الجھ جائیں۔ اور اسلامی محاسن کو پورے طور پر پیش نہ کر سکیں اور نہ ہی دوسرے مذاہب کے نقائص اور عیوب کو اجاگر کر سکیں ان اعتراضات کا موقعہ بہت حد تک غیر احمدی ملانوں نے دیا۔ جن کے عقاید اور اعمال ہر طرح سے بگڑ چکے ہیں۔ ان پادریوں پنڈتوں اور غیر مسلموں کو دیکھ کر اور انکے بد اثر سے متاثر ہو کر غیر احمدیوں نے بھی مناظروں میں بجائے قرآن اور احادیث اور عقل و نقل کے دلایل و براہین پیش کرنے کے ہمارے پیشوا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء پر ذاتی حملے اور ان کیخلاف گالی گلوچ کا طریق اختیار کر لیا اور اسی طرح غیر مبایعین نے بھی حضرت سیدنا محمود ایدہ الودود اور مبایع بزرگوں کے خلاف گند اچھالنا شروع کر دیا۔ اب ایک احمدی بالخصوص احمدی مناظر کے لئے یہ بات کس قدر تکلیف دہ اور رنج آلود ہے کہ ان کو مجبوراً یہ بیہودہ بکواس سننی پڑتی ہے۔ اور آیت وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ

حَتّٰی یَخُوْضُوا فِی حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ کے وعید کے ماتحت نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جب دیکھا کہ اس زمانہ میں غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کی روش مناظروں میں تمسخر آمیز اور شرارت آلود ہے اور ان کا مقصد بالعموم سوائے بدکلامی اور سبّ و شتم کے اور کچھ نہیں تو ایک عرصہ کے تجربہ کے بعد آپ نے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں یہ عہد کیا کہ آپ آئندہ ایسے مناظرات سے کنارہ کش رہیں گے اور حضور اقدسؑ کا یہ عہد اسی آیت شریفہ کے حکم کے مطابق ہے جو اوپر تحریر کی جا چکی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی بامر مجبوری و مصلحت مناظرات و مباحثات کی اجازت دی لیکن ان کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسی بحثوں میں شامل ہونے کو بیت الخلاء میں جانے سے تشبیہہ دی ہے۔

تلخ تجربہ مجھے بیعت کرنے کے بعد سے ان ترپین ۵۳ سالوں میں ہزارہا دفعہ مناظرات اور مباحثات کا موقعہ ملا ہے اور باوجود اس کے کہ دل میں اس امر کے متعلق ہمیشہ ہی کراہیت رہی لیکن بامر مجبوری غیر مسلموں، غیر احمدیوں اور غیر مبایعین کے ساتھ بحثیں کرنی پڑیں۔ میں نے اس لمبے عرصہ میں یہی تجربہ کیا ہے کہ سوائے معدودے چند مناظرات کے غیر مسلم، غیر احمدی اور غیر مبایعین کے مناظرین نے ہمیشہ ہی گندے اور ذاتی حملوں اور بدکلامی پر بحث کا مدار رکھا۔ اور صحت نیت اور احقاق حق کیلئے شاذ ہی کسی بحث میں حصہ لیا۔ ان حالات میں میرے لئے بہت دشواری کا سامنا رہا کہ اگر ان کی باتوں کو نہ سنتا تو ان کی تردید اور ذب کس طرح کرتا۔ اور اگر ان باتوں کو سنتا تو آیت کریمہ کے وعید کی زد میں میرا آنا ضروری ہو جاتا اگر چہ میری نیت صالحہ کی وجہ سے اس جہاد میں اس وعید کے برے اثر میں کسی قدر کمی واقع ہو جاتی لیکن بعض اوقات شدید گندے اعتراض اور حملہ کی وجہ سے طبیعت بہت ہی منغض ہوتی اور غیرت کے تقاضہ سے ایسی مجلس میں بیٹھنا سخت معیوب اور بہت ناگوار ہو جاتا لیکن بامر مجبوری بحیثیت مناظر کے اس گندے سنڈاس سے دماغ کو متعفن اور متأذی کرنا پڑتا۔ اور اس سے روحانیت کو بہت ہی نقصان پہنچتا

نبوت کا عہد سعادت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات میں جب کہ خدا تعالیٰ کی مقدس وحی کا نزول باران رحمت کی طرح ہو رہا تھا۔ اس عہد میں جو بات بار بار میرے تجربہ میں آئی یہ تھی کہ دعا کرنے اور نماز پڑھنے کی کچھ اور لذت ان نمازوں کے ذریعہ آئی جو حضور اقدس علیہ السلام کی معیت میں پڑھی گئیں۔ سبحان اللہ وہ کیا ہی مبارک زمانہ تھا کہ نماز کے وقت نمازیوں کے خشوع و خضوع، رقت قلب اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ گڑگڑانے اور آہ و بکا کرنے کا شور مسجد مبارک میں بلند ہوتا تھا اور آستانہ الٰہی پر سر بسجود ہوتے اور مسجد مبارک دعائیہ صداؤں سے گونج اٹھتی۔ یہی وقت کی پاک صحبت اور بابرکت روحانی توجہ کا یہ اعجاز نما اثر جب بھی یاد آتا ہے تو دل پر خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ میں حضور کی معیت میں قادیان میں شاید ہی کوئی نماز پڑھی ہو گی۔ جو رقت قلب اور اشکبار آنکھوں سے ادا نہ کی گئی ہو۔ علاوہ اس کے دعا کرنے پر جواب بھی فوراً مل جاتا۔ خواہ رات کو رویا کے ذریعہ یا کشفی طور پر یا بذریعہ الہام کے۔

سلام کا تحفہ

میں نے نماز کی حالت میں بھی کشفی نظارے دیکھے ہیں ایک دفعہ جب میں التحیات پڑھ رہا تھا تو جب میں نے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پڑھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشفاً میرے سامنے متمثل ہو گئے۔ اور میرا یہ سلام اور رحمت کا تحفہ پھولوں کا ہار بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں جا پڑا۔ اور پھر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ہار آ کر میرے گلے میں پڑا اسی طرح یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ پھر جب کشفی حالت جاتی رہی تو میں نے تشہد اور باقی ادعیہ متعلق قعدہ پڑھیں اور آخری سلام پھیرا۔

اس زمانہ میں اکثر دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کرتی تھیں اور ان کے قبول ہونے یا نہ ہونے کے متعلق قبل از وقت اطلاعات ملتی تھیں۔ اور جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کوئی غیرت نما موقع پیش آتا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے فوراً اس کی جلالی شان اپنا جلوہ دکھاتی۔

ان فیوض کا سلسلہ تو اب بھی بند نہیں۔ لیکن نبوت پھر بھی نبوت ہی ہے اور خلافت خلافت ہی ہے ہاں خلافت ثانیہ کا زمانہ بھی اپنی شان اور برکت میں زمانہ نبوت کے بہت حد تک مشابہ ہے۔ اور وہ لوگ بہت ہی مبارک ہیں جن کو اس عہد سعادت میں سلسلہ حقہ کی خدمات انجام دینے کا موقعہ ملا ہے۔

کلام قدسی

نکتہ ستر ازل بجلوۂ اعلیٰ واجل

برقِ ہستی کی چمک سے جبکہ کچھ پیدا نہ تھا
اے خدا تیرے سوا ستر ازل اصلا نہ تھا

علم و قدرت کی تجلی سے ہے نقش کائنات
صنعتِ ایجاد کا قبل اس کے راز افشا نہ تھا

کاف و نون اصل ہے مفتاح ان اسرار کی
کون جانے کیوں ہوا پیدا کہ جو پیدا نہ تھا

کنتُ کنزاً کی حقیقت گو محبت سے کھلی
ایک جز اپنے خدا تو غیر پر شیدا نہ تھا

قدسیوں کا غلغلہ ہے قدس کے اسرار سے
راز پنہاں کا تماشہ منظر اخفا نہ تھا

جلوۂ تکوین سے عالم تماشا گہ بنا
منظرِ تخلیق بن منظر کوئی اجلا نہ تھا

حسن ہی تھا گو جہاں میں ہر طرف جلوہ نما
ایک سوز عشق شمع سے جدا پروانہ تھا

ہو گئے جب ختم زینے معرفت کے عشق میں
آ گیا خالق نظر ایسا کہ کچھ پردا نہ تھا

معرفت اور عشق دونوں پہ تھے اس پرواز کے
اس سے بڑھکر سیر قدسی کیلئے آلہ نہ تھا
جذبۂ احسان سے محسن کے عاشق ہو گئے
ہاں شناخت کر لیا محبوب جو اخفےٰ نہ تھا
شکر للہ مل گیا ہم کو بھی مقصودِ حیات
ورنہ میرے جیسا کوئی احقر و ادنیٰ نہ تھا

حضرت اقدس علیہ السلام کی نوٹ بک

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہٗ نے ایک مجلس میں جسمیں خاکسار بھی موجود تھا۔ بیان فرمایا کہ ایک دن میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نوٹ بک دیکھوں کہ اس میں کس قسم کی باتیں نوٹ کی گئی ہیں۔ چنانچہ میں نے باوجود حضور اقدسؑ کے احترام کے حضور سے اس بات کی درخواست کر دی کہ میں حضور کی نوٹ بک دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضور نے بلا تامل اپنی نوٹ بک بھجوا دی جب میں نے اسے ملاحظہ کیا تو اس کے پہلے ہی صفحہ پر اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ کی دعا لکھ کر اس کے نیچے حضور نے یہ نوٹ دیا ہوا تھا کہ ــ "اے میرے خدا تو مجھ پر راضی ہو جا اور راضی ہونے کے بعد پھر کبھی بھی مجھ پر ناراض نہ ہونا۔"
میں نے جب یہ نوٹ پڑھا تو مجھے بہت ہی فائدہ ہوا اور میں دعائے فاتحہ کے پڑھتے وقت ہمیشہ ہی اس نکتہ کو ملحوظ رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور راضی ہو کر پھر کبھی بھی ناراض نہ ہو۔

احمدیہ مساجد کی بنیاد

اس عبد حقیر پر خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح مہدی علیہ السلام کے طفیل بے شمار افضال و برکات نازل کی ہیں۔ ان میں سے بعض مساجد احمدیہ کی بنیاد رکھنے کی سعادت

بھی ہے جو مجھ کو حاصل ہوئی۔ ۱۹۱۹ء میں جب میں مالا بار کے علاقہ میں عزیز محترم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کی معیت میں تبلیغی اغراض کے لئے گیا تو وہاں پر ایک تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے باوجود میری علالت کے پچاس افراد کو بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کا موقعہ ملا اور دوسرے ایک صاحب غلام محی الدین صاحب کنجی مرحوم جو مخلص اور آسودہ حال احمدی تھے نے شہر پین گاڈی میں ایک موقعہ کی جگہ دکھا کر مجھ سے کہا کہ میں یہ جگہ مسجد کے لئے دینا چاہتا ہوں اور آپ چونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہیں اس لئے اس مسجد کا سنگ بنیاد آپ کے ہاتھ سے رکھنا چاہتا ہوں چنانچہ بہت سے افراد کی معیت میں بفضلہ تعالےٰ پینگاڈی کا سنگ بنیاد میں نے رکھا اب اس علاقہ میں خدا کے فضل سے بہت سے مخلص اور بڑی جماعت پائی جاتی ہے

اسی طرح ایک دفعہ ڈیرہ دون کی جماعت کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور درخواست کی گئی کہ وہاں کی احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے حضور اقدس خود تشریف لائیں یا کسی صحابی کو اس غرض کے لئے بھجوائیں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت خاکسار کو ڈیرہ دون کی احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے بھجوایا گیا اور میں نے بہت سے احباب کی معیت میں اس مسجد کی سنگ بنیاد رکھی۔

پشاور کی جامع مسجد احمدیہ جو کوارٹروں میں عظیم الشان عمارت میں تعمیر ہوئی ہے اس کی ابتدائی تحریکات بھی میں نے کیں اور احباب نے نہایت اخلاص اور فراخدلی سے اس کے لئے چندہ فراہم کیا اور خدا تعالےٰ کے فضل سے جملہ احمدی احباب پشاور کی معیت میں مجھے ہی اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔

ایسا ہی مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور جو حضرت میاں چراغدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے احاطہ میں تعمیر کی گئی اس کی ابتدائی تحریکوں اور کوششوں میں علاوہ حضرت قریشی حکیم محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری کے خاکسار نے بھی خاص طور پر حصہ لیا۔ میں جب اس مسجد کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس سے خاص طور پر مسرت حاصل ہوتی ہے

الحمد للہ علیٰ ذالک والثناء کما ھو اھلہ وکما یحب ویرضیٰ

بالاکوٹ میں ورود

خلافت ثانیہ کے ابتدائی زمانہ میں صوبہ سرحد کے شہر بالاکوٹ کے رئیس علاقہ گلیمین خاں صاحب نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ میری لڑکی اور لڑکے کی شادی کی تقریب ہے حضور اقدس کی خدمت میں اس تقریب سعید میں شمولیت کی درخواست ہے۔ حضور اس درخواست کو قبول فرماکر شرف بخشیں حضور نے انکو جواباً تحریر فرمایا کہ میری طبیعت ناساز ہے اس لئے اس تقریب میں شریک نہیں ہوسکتا۔ لیکن اپنی نمایندگی میں حضور نے حضرت مولوی سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اور خاکسار کو اس تقریب میں شمولیت کے لئے بھجوا دیا۔ وہاں پر ہم دونوں کا ایک ہفتہ تک قیام رہا اور خدا کے فضل سے تبلیغ کا اچھا موقع ملا۔ چنانچہ بفضل تعالیٰ آٹھ دس کے قریب افراد بیعت کر کے سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

خیر الرسل کے اعضاء

دہلی اور شملہ کی جماعت تقسیم ملک سے پہلے اپنا سالانہ جلسہ باقاعدگی کے ساتھ کیا کرتی تھی اس میں علاوہ دوسرے علماء و مبلغین سلسلہ کے خاکسار کو بھی بارہا شامل ہونے اور تقاریر کرنے کا موقعہ ملا ایک دفعہ ایک ایسی ہی تقریب پر میں حضرت عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ اور عزیز مکرم مولوی ابوالعطاء اللہ دتہ صاحب جالندھری کی معیت میں دہلی گیا۔ ایک دن ہم حضرت نظام الدین صاحبؒ کے مزار کی زیارت کے لئے گئے اس کے سجادہ نشین جناب خواجہ حسن نظامی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں نظام صاحب حیدرآباد کے متعلق بات چل پڑی۔ تو خواجہ صاحب نے بتایا کہ ہم لوگ تو پہلے ہی حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے آدھے شیعہ ہیں اور کم از کم تفضیلی شیعہ تو ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ نظام دکن نے بھی تفضیلیہ قسم کی شیعیت اختیار کر لی ہے۔ یعنی وہ اگرچہ اصحاب ثلثہ رضؓ کی خلافت کو بھی مانتے ہیں لیکن حضرت علیؓ کو سب صحابہ سے افضل

سمجھتے ہیں جب فضیلت کی بات چلی تو میں نے خواجہ حسن نظامی صاحب سے کہا کہ میں بھی کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا شوق سے فرمائیے اس پر میں نے عرض کیا کہ تفضیل کے لحاظ سے جو کچھ ہمارے سیدو مولیٰ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب سر الخلافہ میں تحریر فرمایا ہے وہ بہت ہی موزوں اور قابل قدر ہے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کرامؓ کی شان میں فرماتے ہیں ؎

قَوْمٌ كِرَامٌ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَهُمْ
كَانُوا لِخَيْرِ الرُّسُلِ كَالْأَعْضَاءِ

یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سب کے سب ہی بزرگ اور قابل عزت واحترام تھے جن کے درمیان فرق کرنا ہمارا کام نہیں۔ کیوں کہ وہ سب کے سب ہی حضرت خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے لئے اعضاء کی مانند تھے۔ چونکہ آنحضرت کے مطہر اور مقدس وجود کے کسی حصہ یا عضو کو بھی ادنیٰ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے یہ سب اعضاء ہی یعنے تمام صحابہ ہی اعلیٰ اور اطہر ہیں۔

جب میں نے یہ شعر پڑھکر سنایا تو خواجہ صاحب بہت ہی مسرور ہوئے اور ان پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور کہنے لگے کہ اس شعر میں صحابہ کرام کی جو فضیلت اور شان بیان کی گئی ہے اس سے بڑھکر ممکن نہیں پھر فرمانے لگے کہ یہ بہت ہی عجیب مدحیہ کلام کس کا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو شعر پڑھنے سے پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ کلام سیدنا حضرت مرزا صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ہے یہ سن کر پھر تعریف کرنے لگے اور پر جوش الفاظ میں یہ کہا کہ یہ تعریف جو جناب مرزا صاحب نے صحابہ کرام کی فرمائی ہے اس سے پہلے شاید ہی کسی نے کی ہو

اللھم صل علی محمد و علیٰ اصحاب محمد و علی عبدک المسیح الموعود
وبارک وسلم انک حمید مجید

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی بعض اعجازی برکات کا ذکر

جب سیدنا و مولانا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ میں ان دنوں حضور مقدس کے ہی زیر علاج تھا۔ حضور کی وفات کے

کچھ روز بعد میں اپنے سسرال کے گاؤں پیر کوٹ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ چلا گیا۔
جب میں وہاں پہنچا تو شدت بیماری سے زیادہ نڈھال ہو گیا ـــــ وہ دن بیماری کی شدت اور مالی پریشانی کے اعتبار سے میرے لئے بہت ہی سخت تھے۔ میں نے اس تکلیف کو تمثیلاً خواب میں اس طرح دیکھا کہ میں ایک زہر کا پیالہ پی رہا ہوں اس پیالہ کو خوشی کے ساتھ پیتے جانا رضا بالقضاء کے معنوں میں تھا۔
اسی تکلیف کی حالت میں میں نے ایک دن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے لئے عریضہ لکھا اور اس میں بیماری اور مالی پریشانی کی تکلیف کا اظہار کیا۔
اس کے جواب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا کہ جتنی رقم کی آپ کو ضرورت ہے وہ لکھیں تا کہ بھجوا دی جائے نیز حضور نے دعا بھی فرمائی۔ جواباً میں نے عرض کیا کہ حضور روپیہ بھجوانے کی بجائے بھی دعا ہی فرمائیں۔ حضور کی دعا کی برکتیں ہی میرے لئے کافی ہو جائیں گی اس عریضہ کے لکھنے پر ابھی چند ہی دن گزرے ہوں گے کہ ایک احمدی دوست نے سیالکوٹ کے ایک گاؤں سے بہت بڑی رقم میرے نام بذریعہ منی آرڈر بھجوا دی اور ساتھ ہی انہوں نے تحریر کیا کہ رقم مرسلہ کے متعلق کسی سے ذکر نہ کرنا کہ فلاں شخص نے یہ رقم بھیجی ہے بلکہ یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ رقم بھیجی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے خواب میں فرمایا کہ اتنی رقم مولوی غلام رسول راجیکی کے نام فلاں پتہ پر جلدی بھجوا دوں۔ اور آپ کا پتہ بھی مجھے خواب میں ہی بتایا گیا۔

ایک اور برکت

ابھی اس رقم کے پہنچنے پر ایک ہفتہ ہی گذرا ہو گا اور میں بستر علالت پر ہی تھا کہ اچانک میری اہلیہ مکرمہ کے ایک بھائی صاحب نے بتایا کہ آپ کی ملاقات کے لئے لاہور سے تین چار احمدی دوست آئے ہیں ان کے لئے باہر درختوں کے نیچے بیٹھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اور وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔
جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت قریشی حکیم محمد حسین صاحب رضؓ اور میاں شمس الدین صاحب رضؓ تاجر چرم جو میرے خاص شاگردوں میں سے تھے اور انہوں نے مجھ سے قرآن کریم کا ترجمہ مع تفسیر کے پڑھا تھا اور میاں عبدالعزیز صاحب مغل خلف حضرت میاں چراغدین صاحب رضؓ جن کے مکان مبارک منزل لاہور میں مجھے سالہا سال تک

درس قرآن دینے کا موقعہ ملا اور میاں تاج دین صاحب موچی دروازہ لاہور کے تھے۔ یہ چاروں احباب میری عیادت کے لئے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مبلغ پونے تین صد روپیہ کی رقم میرے پیش کی جب انہوں نے یہ رقم دی تو میں سمجھ گیا کہ یہ رقم بھی اسی ہستی کی غیبی تحریک کے سلسلہ میں مجھ تک پہونچی ہے جس نے سیالکوٹ کے ایک صاحب کو رقم دینے کی تحریک فرمائی تھی اور اصل میں یہ سب کچھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی برکت دعا اور توجہ کا فیضان تھا جو قدرت کی عجیب در عجیب تحریکوں کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

میری شدید علالت اور غیر مبائعین کی خواہشات

اسی دوران میں جب میری علالت زیادہ شدت اختیار کر گئی اور مولوی محمد علی صاحب قادیان سے لاہور آکر احمدیہ بلڈنگس میں فروکش ہوئے اور جماعت احمدیہ لاہور کو بھی فتنہ ارتداد میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ تو ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب نے کہا کہ اب مولوی محمد علی صاحب لاہور میں تشریف لے آئے ہیں۔ خدا مولوی غلام رسول راجیکی کو اب توفیق نہ دے گا کہ وہ علاقہ حافظ آباد سے صحت یاب ہو کر واپس لاہور آئیں اور مولوی محمد علی کا مقابلہ کریں اور ایک بد بخت غیر مبائع عبد المجید نامی نے اخبار پیغام صلح میں میرے متعلق یہاں تک شائع کر دیا کہ وہ تپ دق سے اب وہیں مفلوج ہو کر ختم ہو گا اور واپس لاہور نہ آسکے گا۔

میں نے جب یہ زہر آلود نوٹ اخبار پیغام صلح میں پڑھا تو مجھے ان غیر مبائعین کے متعلق بہت ہی افسوس ہوا کہ باوجود مجھ سے چار پانچ سال تک پڑھنے کے انہوں نے ایسے الفاظ میرے متعلق استعمال کرنے کو کس طرح گوارا کیا۔ اور افسوس ناک طریق پر تلمذ کا حق ادا کیا۔ لیکن ان طوطا چشموں کی طرف سے جنہوں نے اپنے آقا اور پیشوا اور اس کے لخت جگر اور اہل بیت کے ساتھ محسن کشی کا سلوک کیا۔ میرے ساتھ ایسا کرنا کچھ بعید نہ تھا۔

مذکورہ بالا تینوں افراد صدر انجمن احمدیہ کے ممبر بھی تھے اور خلافت اولیٰ کے دور میں کئی سال تک ان کو مجھ سے قرآن کریم اور دوسری مذہبی کتب پڑھنے کا موقعہ ملا تھا

لیکن انہوں نے عداوت سیدنا محمود میں سب تعلقات کو ہی نسیاً منسیاً کر دیا۔ وہ شخص جس نے پیغام صلح میں مجھے ڈوئی کا مثل لکھا اور مجھے فالج زدہ قرار دیا تھا اللہ تعالے نے اس کو خلافت حقہ کی کینہ توز مخالفت کی وجہ سے ماخوذ کیا اور پہلے اس کو جزام ہوا اور پھر فالج کے حملے سے اس جہاں سے کوچ کر گیا فاعتبروا یااولی الابصار

میری لاہور میں آمد

ابھی خاکسار اپنے سسرال کے گاؤں میں ہی تھا اور بیماری اور نقاہت بھی باقی تھی کہ مجھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آپ فوراً لاہور پہنچ کر جماعت کو سنبھالیں مولوی محمد علی صاحب اپنے خیالات فاسدہ اور زہریلے اثرات سے جماعت کو نقصان پہونچا رہے ہیں چنانچہ خاکسار فوراً لاہور پہنچ گیا اور آتے ہی جمعہ کے دن احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں جہاں ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد سعادت میں ہمیشہ نمازیں پڑھا کرتے تھے جمعہ کے لئے جانے کے واسطے تیاری کرنے لگا۔ جب غیر مبائعین کے سرکردہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں جمعہ پڑھانے کے لئے احمدیہ بلڈنگس آرہا ہوں تو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے مجھے نوٹس کے ذریعہ اطلاع دی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ جمعہ پڑھانے کے لئے احمدیہ بلڈنگس آرہے ہیں۔ میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ احمدیہ بلڈنگس میں کوئی مسجد نہیں یہ ہمارا ذاتی مکان ہے اس میں اگر آپ آئے تو مولوی محمد علی صاحب جو خطبہ جمعہ و نماز پڑھائیں گے ان کے پیچھے آپ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ آپ کو خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے کی اجازت نہ ہو گی اگر آپ کے اصرار کی صورت میں اور کوئی فساد ہوا تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہو گی

میں نے ڈاکٹر صاحب کے رقعہ کے جواب میں لکھا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رض نے مجھے جماعت لاہور کا امام اور خطیب مقرر فرمایا ہوا ہے اور مولوی محمد علی صاحب کو جو خلافت کے منکر اور باغی ہیں میرے مقابل پر کون امام مقرر کرنے والا ہے؟ میں چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کا مقرر کردہ ہوں اس لئے مجھے روکنے کا آپ کو اختیار نہیں۔ اس جواب کے بھجوانے کے بعد میں مبائع احباب کے ساتھ خود بھی احمدیہ بلڈنگس چلا گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے اپنی درشت کلامی اور وحشت کا بہت برا نمونہ دکھایا اور کہا

کہ یہاں کوئی مسجد نہیں۔ یہ مکان جہاں نماز پڑھی جاتی ہے میری ہمشیرہ کا تعمیر کردہ ہے اور ہماری اپنی جائیداد ہے یہاں پر کسی غیر کا دخل نہیں۔ اور ہم اپنے مکان پر کسی کو نماز نہیں پڑھنے دیں گے۔

جب ڈاکٹر صاحب نے مسجد کے مسجد ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ اور اس کو اپنا ذاتی ملکیتی مکان قرار دیا تو مبائع احباب نے بعد مشورہ یہی مناسب سمجھا کہ وہ احباب جو دامن خلافت سے وابستہ ہیں۔ مبارک منزل احاطہ میاں حضرت چراغ دین صاحب میں نماز جمعہ ادا کریں چنانچہ اس دن سے مبائعین نے اپنی نماز مبارک منزل میں پڑھنی شروع کر دی اور اہل پیغام کی وہ مسجد جس کو انہوں نے ذاتی مکان قرار دیا تھا۔ ایسی منحوس ثابت ہوئی کہ خلافت ثانیہ کے باغیوں، سلسلہ کے مرتدوں اور منافقوں کی پناہ گاہ بنی۔

خدا تعالیٰ کا عجیب تصرف ہے کہ وہ سب لوگ جو میرے حافظ آباد کے علاقہ میں مفلوج ہو کر دفن ہونے کے متمنی تھے ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے اور باوجود ہر طرح کے سامان معشیت کی فراوانی اور صحت و تنومندی کے کوچ کر گئے لیکن میں جو مختلف عوارض سے علیل اور بے سروسامان تھا اللہ تعالیٰ نے میرے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی توجہات و دعوات و برکات خاصہ سے مجھے ایک لمبے عرصہ تک خدمات دینیہ کی توفیق دی۔ اور ابھی تک باوجود ضعف اور بڑھاپے کے خدمت کا تھوڑا بہت موقعہ مل رہا ہے حالانکہ اب میری عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک

میری ایک کوتاہی

خواجہ کمال الدین صاحب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی وفات کے وقت لنڈن میں ہی تھے جب واپس لاہور پہونچے تو میاں چراغ دین صاحب رضؓ کے مکان مبارک منزل میں جہاں ہم نمازیں وغیرہ ادا کرتے تھے ایک دن بعد نماز جمعہ آئے۔ میں کئی احباب کی معیت میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ آتے ہی انہوں نے میرے ساتھ اور دوسرے احباب کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کیا۔ کچھ دیر بعد بیٹھکر کہنے لگے کہ آیئے! ذرا باہر ٹہلتے اور باتیں

کرتے چلیں۔ میں اس خیال سے کہ ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا نہ ہو کہ میاں صاحب (حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ) نے اپنے مریدوں کے دلوں میں کسی قسم کے نفرت کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ ان کے ساتھ ہو لیا۔ راستہ میں خواجہ صاحب نے جماعت میں تفرقہ پیدا ہونے پر اظہار افسوس کیا۔ چلتے چلتے ہم ان کی کوٹھی پر جا پہنچے وہاں پر خواجہ صاحب کے بہت سے ملاقاتی بھی جو انکی واپسی کی خبر سن کر آئے ہوئے تھے موجود تھے۔ ان سب کے بار بار کے اصرار پر میں بھی وہاں کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا اس خیال سے کہ وہ میرے انکار کو میری بداخلاقی پر محمول نہ کریں اور جماعت مبائعین یا اس کے پیشوا کو اعتراض کا نشانہ نہ بنائیں۔ جب تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد میں اٹھ کر واپس آنے لگا تو سب لوگوں نے مزید بیٹھنے کے لئے اصرار کیا لیکن میں نے مزید بیٹھنا پسند نہیں کیا اور وہاں سے چلا آیا خواجہ صاحب نے کہا کہ اب ضروری جانا ہے تو چلے جائیں اور پھر جب چاہیں تشریف لائیں۔ اس سے ہمیں خوشی ہوگی۔

اس واقعہ کے بعد رات کو مجھے الہام ہوا کہ ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند | مصطفٰے را بے کفن بگذاشتند

اس کے متعلق مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ یہ شعر غیر مبائعین کے متعلق ہے جنہوں نے نبوت مسیح موعودؑ اور خلافت حقہ کا انکار کر کے آپ کی ہتک اور توہین کی ہے

اسی رات مجھے یہ الہام بھی ہوا ؎

الٰہی عاصیم استغفر اللہ | توئی فریاد رس الحمد للہ

اس شعر کے متعلق مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ میرا خواجہ صاحب کے ساتھ اس نازک وقت میں جانا جبکہ دونوں فریقوں کے درمیان زبردست رسہ کشی جاری تھی اور مجھ پر جماعت لاہور کی ذمہ داری بھی تھی۔ خلیفۂ وقت کی معصیت ہے۔ اور اس پر مجھے استغفار کرنا چاہئے۔

اس واقعہ کے دو تین دن بعد حضرت قریشی حکیم محمد حسین صاحب کی معرفت مجھے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا ارشاد موصول ہوا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ خواجہ صاحب کی کوٹھی پر ان کے ساتھ گئے اور ان کی مجلس میں بیٹھے۔ اگر کوئی اور ایسی

بات کرتا تو بڑی بات نہ تھی لیکن آپ کو تو **کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ** کے ارشاد نبوی کے پیش نظر خاص ذمہ داری کی وجہ سے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اور بہت زیادہ محتاط رہنا چاہئے تھا۔

میں نے حضور کے اس ارشاد کے ۔۔۔ مطلع ہونے پر اپنی کوتاہی اور بے احتیاطی کو بہت محسوس کیا۔ اور ایک ہی دن میں بطلب عفو تین خطوط حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھے اور یہ عرض کیا کہ مجھ سے یہ بد احتیاطی اس خدشہ کے پیش نظر ہوئی کہ کہیں میرے انکار سے وہ حضور کی ذات گرامی کو طعن کا نشانہ نہ بنائیں۔ ورنہ میں ہرگز ان کے ساتھ نہ جاتا۔

پچانوے فی صدی

خلافت ثانیہ کے ابتداء میں "**پیغام صلح**" میں یہ شائع کیا گیا کہ غیر مبائعین کے ساتھ جماعت کے پچانوے فی صدی افراد ہیں اور مبائعین یعنے حضرت سیدنا المحمود ایدہ اللہ کے ماننے والوں کے ساتھ پانچ فی صدی افراد ہیں۔ مجھے اس دعوے کو سن کر بہت ہی قلق اور رنج ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سالہا سال کی دعاؤں اور گریہ و زاریوں کے نتیجہ میں جو جماعت تیار ہوئی اس میں رخنہ اور فتنہ ڈالنے کے لئے ظالموں اور بد اندیشوں نے اتنا بڑا طوفان اٹھایا ہے۔ میں نے اس مصیبت عظیمہ کے پیش نظر روزانہ دعا کا سلسلہ شروع کر دیا بعض اوقات مجھے صدمہ اس قدر شدید محسوس ہوتا۔ کہ میں آہ و بکا کرنے لگ جاتا اسی طرح وقت گزرتا گیا اور میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشاد کے ماتحت مالابار کے لئے روانہ ہوا۔ جب میں بمبئی پہونچا اور وہاں بھی غیر مبائعین کے فتنہ کے لئے بہت دعا کی تو ایک دن اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک لکھا ہوا کاغذ میرے سامنے کیا گیا۔ جس پر جلی قلم سے یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے

أُنْظُرْ اِلَى ابْنِ الْمَسِيْحِ اِذَا جَاءَهٗ فِيْ وَقْتِ الْمعضل

اس کے بعد مجھے تسلی و اطمینان ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ جلد حضرت سیدنا المحمود ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ان گمراہ شدہ افراد جماعت کو واپس کھینچ کر لائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں نے وہ نظارہ بھی دیکھ لیا کہ خود غیر مبائعین کے امیر ۱۱ر ستمبر ۱۹۴۹ء کے اخبار پیغام صلح میں

اپنے ۵ فی صدی اور مبائعین کے ۹۵ فی صدی ہونے کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے موعود خلیفہ اور المصلح الموعود کو نمایاں فتح اور کامیابی عطا فرمائی۔ اور اپنے اس وعدے کے مطابق جو آپ کے ابتدائے زمانہ خلافت میں دیا تھا ان کو ممزّق اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

ایک کشفی منظر

جن دنوں خواجہ کمال الدین صاحب ابھی لنڈن میں تھے اور میں لاہور میں مقیم تھا۔ خواجہ صاحب کے متعلق ڈاکٹر عباداللہ صاحب امرتسری اور محمد علی صاحب باورچی کے ذریعہ بہت سی ناگفتنی اور ناشنیدنی باتیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچائی گئیں۔ میں نے ان ایام میں ایک عجیب کشفی نظارہ دیکھا۔ اس نظارہ میں ایک ہی وقت میں اپنے آپ کو لاہور میں بھی اور لنڈن میں بھی دیکھتا ہوں۔ (ایسے کشفی مناظر) روحانی دنیا میں دیکھے جاتے ہیں۔ جو شاید مادی عقول کے ادراک میں نہ آسکیں اور میری نظر بھی لاہور سے لنڈن تک پھیلی ہوئی ہے لنڈن میں جہاں خواجہ کمال الدین صاحب ہیں میں ان کے قریب ہی ہوں خواجہ صاحب اس وقت مجھے بالکل برہنگی اور مادرزاد عریانی کی حالت میں نظر آتے ہیں۔ آپ کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں سوائے ایک نکٹائی کے جو گلے میں لٹکی ہوئی ہے۔ اس وقت خواجہ صاحب شمال کی طرف منہ کر کے رکوع کی حالت میں ہیں۔ میں ان کو اس حالت میں دیکھ کر بہت افسوس کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگرچہ آپ نے ابھی یورپ کو سجدہ نہیں کیا۔ لیکن آپ رکوع کی حالت تک تو یورپ کی طرف جھک گئے ہیں اور جو تقوے کا لباس آپ کے وجود پر تھا اس سے عاری ہو چکے ہیں اس کے بعد یہ نظارہ بدل گیا۔

ایک دوسرا کشفی منظر

اس کے بعد اور نظارہ میں نے اس طرح دیکھا کہ شمالاً جنوباً ایک بہت بڑی سڑک

ہے جس کے دونوں جانب اونچے اونچے درخت لگے ہوئے ہیں اور اس سڑک کی مغربی جانب موٹے فربہ اونٹ ہیں ان اونٹوں کا قد و قامت عام اونٹوں سے بہت بڑا معلوم ہوتا ہے ان اونٹوں کی مشرقی جانب ان کے مقابل پر ایک مینڈھا ہے۔ وہ مینڈھا مشرقی جانب کے درختوں میں نظر آتا ہے اور اونٹ مغربی جانب کے درختوں میں نظر آتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ آناً فاناً ایک تغیر رونما ہوا اور وہ اونٹ جو فربہ اور لحیم و شحیم تھے دبلے اور کمزور ہونے شروع ہوئے یہاں تک کہ بالکل ڈھانچہ اور مشت استخواں رہ گئے ان کے مقابل پر مینڈھا اپنے قد و قامت اور ہیئت میں بڑھنا شروع ہوا یہاں تک کہ ان درختوں کی چوٹی تک پہونچ گیا اور پھر اس نے اپنا سر ان درختوں کے اوپر سے ایسے طور سے نکالا کہ ساری دنیا کی توجہ اسکی طرف ہو گئی اور لوگ حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگے کہ اتنا عظیم الشان اور بلند و قوی مینڈھا تو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا اس نظارہ میں مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ یہ مینڈھا بیک وقت سب دنیا میں نظر آ رہا ہے اور تمام دنیا جو اس مینڈھے کو دیکھ رہی ہے مجھے بھی نظر آ رہی ہے۔

کشفی نظارہ کی تعبیر

بعد میں اس کشفی نظارہ کی تعبیر مجھ پر یہ کھلی کہ یہ سڑک دنیا ہے اور درخت جو اس کے دونوں جانب ہیں وہ اہل حق و باطل کے باہمی جھگڑے اور مذہبی مناظرات ہیں اور سڑک کی مشرقی جانب جو مینڈھا ہے وہ ہمارے آقا سیدنا المحمود ایدہ اللہ تعالیٰ ہیں اور مغربی جانب جو اونٹ ہیں یہ اہل باطل ہیں۔ جنکو خدا تعالیٰ سیدنا المحمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی قوت قدسیہ اور جہاد عظیم کی برکت سے کمزور اور کم کرتا چلا جائے گا۔ اور جب مذہبی جھگڑے انفصال پائیں گے تو حضرت سیدنا محمود اور آپکی جماعت کا مقام اور درجہ اور بھی بلند نظر آئے گا آپ کی شہرت اور نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ اور آپ کے ذریعہ سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اہل نظر مقام محمود پر جلوہ گر ہوتے دیکھیں گے۔ وَالزَّمَانُ قَرِيْبٌ بَلْ اَقْرَبُ وَرَبُّنَا بِقُدْرَتِهِ الْعَظِيْمَةِ عَجِيْبٌ بَلْ اَعْجَبُ لَهُ الْحَمْدُ وَالْمَجْدُ كُلُّهُ۔

سترھویں صدی ہجری میں

۱۹۰۹ء میں خاکسار ایک وفد کی صورت میں میرٹھ شہر میں نوچندی کے میلہ کی تقریب پر بغرض تبلیغ گیا۔ وہاں پر میں نے بہت ہی مبشر رویا دیکھی میں نے دیکھا کہ میں اپنے آپکو سترھویں صدی ہجری میں موجود پاتا ہوں اس میں تمام دنیا مجھے کف دست (ہاتھ کی ہتھیلی) کی طرح سامنے نظر آتی ہے اس وقت تمام روئے زمین پر مجھے احمدی بادشاہ اور حکومتیں دکھائی دیتی ہیں۔ میری یہ رویاء اخبار بدر میں بھی شائع ہو چکی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

درویشان قادیان

کلام قدسی

(۱۹۵۰ء)

زہے قسمت کہ دنیا میں فدائے قادیاں تم ہو
مسیحائے محمدؐ کے نشانوں میں نشاں تم ہو

تمہاری شان درویشی پہ قرباں تاجداری ہے
کہ محبوب خدا کے آستاں کے پاسباں تم ہو

خدا رکھے تمہیں رہتے جہاں تک خرم و شاد دل
کہ اب دار الاماں میں یادگار عاشقاں تم ہو

یہی کہتا ہے روز و شب ہمارا درد مہجوری
کہ کاش ہم بھی وہاں ہوتے جہاں پردہ نشاں تم ہو

وَاِنَّ الْوَصْلَ لِلْعُشَّاقِ رَاحَتُهُمْ وَ فَرْحَتُهُمْ
خوش بختیکہ اس نعمت سے شاد و کامراں تم ہو

نہ چھوڑا آستانِ دلربا کو ان حوادث میں
جری اللہ کی جرأت کا ایک تازہ نشاں تم ہو

تمہارے دم سے وابستہ ہے رونق اس گلستاں کی
زمیں پر ضوفشاں تم ہو فلک پر کہکشاں تم ہو
نہیں سمجھی تو آخر ایکدن دنیا یہ سمجھے گی !
کہ ایک قطرہ نہیں ہو بلکہ بحرِ بے کراں تم ہو
بڑھاپے نے جنہیں حسرت کی صورتمیں بدل ڈالا
ہماری ان تمناؤں کا عزم نوجواں تم ہو
جہاں تک بن پڑا ہم نے دکھائی راہ ہدایت کی
مگر اب دیکھنا اہل جہاں کے پاسباں تم ہو
خدانخواستہ جھکنے نہ پائے پرچم ایماں
مصاف زندگی میں اب خدا کے پہلواں تم ہو
وفائے عہد کو رسوا نہ کرنا پیٹھ دکھلا کر
کہ میدان وفا میں یادگار رفتگاں تم ہو
کہیں دنیا کے بدلے میں نہ اپنا آپ کھو دینا
خدا کے ہاتھ جو بکتی ہے وہ جنس گراں تم ہو
کبھی یوسف نہیں بنتا جو زندانوں سے بچتا ہے
ہوا کیا اس زمانہ میں جو وقفِ امتحاں تم ہو
مبارک ہو تمہیں اس منزل محبوب میں رہنا
وہی ہے تخت گاہِ احمدِ مرسل جہاں تم ہو

طالب دعا - قارئین حیات قدسی سے مودبانہ درخواست ہے کہ وہ عاجز کیلئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی ایسا راضی رہے کہ کبھی ناراض نہ ہو - محمد اسماعیل فاضل وکیل یادگیر